

نفاذ
شرعیات

اور

فقہ حنفیہ

تالیف

لنفاذ

جوہر ہی امان اللہ لکٹ ایم اے ایل ایل بی

امید و کیٹ گجرات

انتساب

نظر کا دل کا جنوں کا حساب ہو جائے
 کچھ امتیاز خطا و صواب ہو جائے
 وہ روشنی کہ ہے نورِ فراستِ مومن
 اندھیری شب کے لئے انتساب ہو جائے
 وہ آنکھ جس کی نظر سرسری بھی ہو جس پر
 جہانِ عشق میں وہ انتساب ہو جائے
 مٹی ہوں لاکھ تقیہ کی تدفین لیکن
 ہو اللہ یار تو پھر فتح باب ہو جائے
 وہ نطق جس پہ پہنچ کر اک ایک حرفِ خفی
 سمٹ سمٹ کے جو پھیلے کتاب ہو جائے

اُسی کے نورِ بصیرت کا فیض عا ہے یہ
 اُسی کے نام پہ یہ انتساب ہو جائے

اشاعت و تعداد

۲۰۰	پہلا ایڈیشن جون ۱۹۷۹ء
۲۰۰	دوسرا ایڈیشن اگست ۱۹۷۹ء
۲۰۰	تیسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۸۰ء
۲۰۰	چوتھا ایڈیشن نومبر ۱۹۸۱ء
۳۰۰	پانچواں ایڈیشن جنوری ۱۹۸۲ء

مؤلف و ناشر	چوہدری امان اللہ لک
مطبع	عکاس پرنٹرز پشاور
کاتب	الطاف قاضی
قیمت	سات روپے

عرض دعا

برصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد حکومت کے قیام کا خواب دیکھا اور پاکستان اس کی
نہر بصورت تعمیر بن کر وجود میں آیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد ہم نے بحیثیت جمہوریہ ایک قیام
کے مقاصد بھلا دیئے اور مذبح خدا سے ڈانڈ غصہ نہ کیا۔ اسی عظیم جہد سے برابر روگردانی کرتے
رہے۔ جو ہم نے اس سلسلہ میں اللہ سے کیا تھا۔

۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ کے نام سے جو تحریک اٹھی اس کا ٹھکانہ اور مقصد کی گم گشتہ جذبہ کا
اقتاعی اظہار تھا۔ کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے بغیر کوئی دوسرا نظام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ مسلمان پاکستان
کی بے پناہ قربانیوں کے بعد ۱۲ ربیع الاول کو ملک میں اسلامی قوانین کے لئے ذکا تاریخ ساز اعلان کر دیا
گیا۔ اور اسلامی حدود و آئینہ کر دی گئیں۔ اس اعلان نے اہل وطن ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان عالم کے
دلوں میں ایک دلوریز تازہ پیدا کر دیا۔ ہر ایک نے سر جا کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو رہا تھا۔ لیکن جو غلیظ
جہ پاکستان کو گہرے اسلامی مملکت کے روپ میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ انہوں نے عسریہ کیا کہ اگر اس ملک
میں اسلامی نظام کا تجربہ کامیاب ہو گیا تو پھر یہ انقلاب پوری دنیا کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔ چنانچہ اسلام
دشمن عناصر نے مسلمانوں کے مختلف مسودوں فرقر کے درمیان اختلافات کو مواد دینے کی ہر تدبیر کر لی
جو ہر پاکستانی عوام کے تشدد مطالبے کے پیش نظر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا اعلان ہوا تو یہ دوازیں
بھی اٹھائی جائے گی کہ فرقہ جعفریہ کا نفاذ الگ کیا جائے۔ اس اہم موثر پروگرام کو صحیح رخ پر ڈالنے
کے لیے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مختلف فقہی مکاتب فکر کے قائدگان پر مشتمل ایک
کمیٹی تشکیل دی۔ جس کا مشن ای شلے کے حق میں جناب صدر کی مدد کرنا قرار پایا۔

چونکہ یہ ایک نہایت اہم ملک پاکستان کو تقاسم شدہ ہے اس لیے ہر ذی شعور بشری کو اس
پر خود مریخی ضرورت ہے۔ وہی نہیں ای ملک کا دستور بشری پر مبنی ہے نہ ہی کوئی دینی و دنیاوی کی غرض
سے تمام اٹھایا ہے۔

اسلامی تحریک ہو یا انقلاب دونوں کا مقصد کونجری کی حالت کا بدلنا ہے۔ لیکن دونوں کے
حرکات اور طریقہ کار بالکل بنیادی فرق ہے۔ اصلاح کی غرض تو گہرے ہوتے اجزاء کا جنگ
صالح اجزاء کا ہمیا کرنا ہوتا ہے۔ لہذا اس کی پہلے غور و فکر ہوتی ہے۔ مختلف دے دل سے
سورج و چاند کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بگاڑ کے اسباب پر غور کیا جاتا ہے۔ غرض
کی حدود کا تعین کیا جاتا ہے اور پھر اس کے اندر الگ تہذیبی اعتبار کی جاتی ہیں۔ مسر
انقلابی اس کی غرض جیسا کہ اس سلفی کے معنی سے ظاہر ہے۔ صورت و آلات کو گہر
ارٹ دینا ہوتا ہے۔ یہ صورت عموماً وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں بگاڑ جزوی نہیں
بلکہ بہرہ پہلو اور اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بہرہ و تحمل کا دامن اٹھنے
چھوٹ جاتا ہے۔ سورج و چاند کی جلتی غضب اور انتقام سے جذبات
سے جیتے ہیں اور انسان بالکل در در کا تہ سپا دہار رہتے ہیں۔ یہاں اندر و مشد
کا در در دورہ ہوتا ہے۔ حق کی تلاش کی جگہ باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے
بلکہ حق باطل کا اقتیاری برکت سے اٹھ جاتا ہے۔

آج ہمارے ملک میں اس نظام کے نفاذ اور اس کے طریقہ کار پر بحث ہر روز ہے
جو ہر قدر اصلاح پر مبنی ہے۔ اور جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
۲۳ برس کی نوری زندگی میں علانیہ طور سے دکھایا تھا اور انسانی زندگی کا انفرادی یا اجتماعی کوئی
چہ حلوتہ نہ تکمیل نہیں رہنے دیا تھا۔ اس وقت، اہل پاکستان کے علاوہ تمام دنیا میں نظام
کے نفاذ کی طرف توجہ دیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے نفاذ پر مزید اجتماعی ضرورت
و مدد ہو چکی ہے اگر اسے حقائق کی روشنی میں نہ دیکھا گیا تو نیز ان انتہائی خوفناک صورت
اختیار کر سکتا ہے۔

وای غرض کی اصل جڑ تو یہ نظر آتی ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما فرقہ گشت میں اس دور میں

ہو کر رہ گئے تھے۔ اور اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑ چکے ہیں۔ بلکہ فروعات نے ہی اسوں کی جگہ لے لی ہے۔ اور ان سے مزید فروعات کی فصل آج چلی جا رہی ہے۔

Sense of Proportion تو کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ شریعت اسلامی کی وحدت و راسل اس ترقیب سے قائم ہوئی تھی کہ سب کے لیے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان دونوں کا روشنی میں اپنی تقویٰ اور اپنی اخلاص اور باب علم و بصیرت کا اجتہاد ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترتیب کو الٹ دیا گیا ہے اور اب اہمیت کے اعتبار سے ترقیب بدل قرار پاتی ہے کہ سب کے لیے ایک خاص طبقہ یا اپنی پسند کے علماء کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ تکلف کی گئی ہے۔ پھر خانہ کبریٰ کے طور پر کتاب اللہ کا نام بھی لے لیا جاتا ہے۔ **سیسر** ناقص خیالوں میں ہماری بد نفسی کی اصل وجہ یہی ہے۔

۳۔ تفسیر فقہاء جسکین، مفسرین و محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے علم و فضل ان کی جلالت، شان اور ان کی خلاصہ کو ششستر کا انکار کون کر سکتا ہے۔ مگر بشری کردار پر اللہ سے سختی ایسی کہ بھی ترانہ نہیں دیا جاسکتا۔ ان کے پاس کتاب علم کے ہمراز تھے جو سب انسانوں کو قابل ہونا ممکن ہیں۔ ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی۔ ہاں وہ اپنی عقل و بصیرت سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے لے لیتے تھے۔

اس طرح ان کی کاوش سے جو اصول ان کے نزدیک متفق ہو جاتے ہیں۔ ان کی رائے سے وہ حضرات فردی قوانین اور مسائل کا استنباط کیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہماری دینے والے مددگار اور رہنما تو مندوبین کے لئے اور مفسرین چاہیں۔ مگر غلطی خود اعلیٰ اخذ اور منع نہیں قرار دیتے جاسکتے۔ انسانی اجتہاد خواہ اسکی بنیاد

کچھ ہی کیوں نہ ہو دنیا کیلئے دائمی قانون اور اعلیٰ تاحلہ نہیں بن سکتا۔ ہرگز عقل و علم سے سوچ زمان و مکان کے محدود نہیں ہو سکتے۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد صرف وہ کتاب اور اس کے قوانین ہیں جو اس حقیقت کے اصول فراموشی فرغ فرغ خالق زمان و مکان ہے۔ اس پر اب کامیاب انسانوں تک درموردن میں پہنچا ایک الفاظ و آیات قرآنی کی صورت میں درمیان الفاظ و آیات کی نئی تفسیر اور اعلیٰ تفسیر کی صورت میں جسے اصطلاح میں مستند کہتے ہیں۔ یہی کتاب و سنت و حقیقت شریعت کے قانون کا بنیادی ماحول اور سرچشمہ ہیں۔ جس سے ہمیشہ اور ہر زمانہ کے لوگ اپنے مخصوص حالات اور اپنی ضرورت و بات کے مطابق قوانین اخذ کرتے رہیں گے۔ اور کرتے رہیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اسی پنجے سے تشرعی امور طے ہوتے رہے۔ اسلامی نظام کو ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگ اور ان کا حال۔ جب قرآن و سنت پر سادہ حق و غور و فکر کا جذبہ قائم رہا اور ان دونوں بنیادی ماحولوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پسند کے فقہی کتب کو بنیاد بنالیا گیا تو اسلام ایک حرکت کو *Dynama force* کا بجائے محض چند رسوم کا مجموعہ سمجھا جانے لگا۔ وہ جو اقوام عالم کی علمی اور علمی رہنمائی بنا کر چلتی تھیں۔ آج کل کا دورہ گری پر تھکنے لگے اور بے دے کے ان کا شغل بھی وہ گیا ہے کہ جب سبزی اور فروشی مسائل کو بنیاد بنا کر اسلام سے جان چھڑائی گئی اور نئے نئے فرقے ایجاد کر کے اور فرقہ بندی کو ہمارے سامنے کر کے دیکھ رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں بدخلوں نے دین اللہ (خدا) کا جگہ بخند جوڑنے میں دین اللہ (خدا) کو اس کا سہل منظر آنے لگا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ علی الکفار رحمہم جیسے لہر کا جگہ رحمہم علی الکفار رحمہم جیسے لہر والی بات ایک حقیقت کا روپ دھار چپ کی ہے اور تحسبہم جیسے لہر کا روپ دھار چپ کی ہے۔

کتاب اللہ کے منافقین کا جو نقشہ پیش کیا اس بارہ حالت مسلمانوں کا مقدمہ
مناجکی ہے۔

۱۔ اول تو نیکہ کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے۔ مگر اجتماعی زندگی میں بھی رہنمائی نقد کا ایک منصب ہے۔ اسی لئے ۱۲ ازبیک الاول سے نفاذ کردہ کجرا اعلان پر امام ابیکے پیش نظر میں اس مقالہ میں چند اجتماعی مسائل نیکہ پر نیکہ جعفریہ کی روشنی میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ۱۳۔ مثلاً ان مسائل کے مطالعہ اور ان کو سمجھنے کے لئے جو حقائق قابلِ توجہ تھے ۱۴۔ انہیں خواص و عوام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اپنے استاد کرم حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب ساکن چکڑہ الفیل میاں والی کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے جو اس سلسلہ میں ایک مستند تھراڈ ہیں کمال شفقت سے میر کا پیش قیمت رہنمائی کی اور کئی باتوں کے حوالہ جات دیا کیئے۔ استاد مکرم کی رہنمائی اور حوالہ افراہی کے بغیر اس کتاب کو موجودہ صورت میں پیش کرنا میر سے بڑے قطعاً ممکن نہ تھا۔ میری خوش قسمت تھی کہ مجھے یہ فریضہ احکام کی سعادت نصیب ہوئی۔

میرے پیش نظر نقطہ یہی مسئلہ ہے کہ مختلف فقہوں کا فرق نا ایا کیا جائے تاکہ ہم ہر وحشِ مزدی سے درمیش مسئلہ کو مل کر نیکی کو شیش کریں۔ کسی عقائد کو ہر درج کرنا یا سنا غرضہ پھیلانا ہرگز مقصود نہیں۔ میں غور و فکر کی دعوت کے ساتھ غور و فکر کے لئے مستند حقائق پیش کرنا تاکہ قوم کی خدمت سمجھا سکیں۔

اجتماعی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے کیلئے ہر نظریہ اور کتب کا پس منظر جاننا ضروری ہوتا ہے۔ میں اسی مقالہ کا ابتدائیہ فقہ جعفریہ کا تاریخ سے کرتا ہوں۔

اما ان الشريك

پیش لفظ (طبع سوم)

نفاذ شریعت کے نام سے اس کتاب کا موضوع اور مقصد واضح ہے۔ میں یہ کتابچہ
ذالحدیثہ تالوفی نقد نگاہ سے نفاذ شریعت کے سلسلے میں لکھا تھا۔ میری یہ ناچیز کہ سنسن محض
ایک تالوفی دان کی حیثیت سے تھی۔ میں نہ تو مردِ عقل نہ ہوں۔ نہ معنوی نہ فقیہ ہوں اور نہ مسائلِ شرع
نہ ہی باطنی شہسختی۔ میں نے اپنے ذاتی مطالعہ اور مشاہدہ کے پیش نظر چند کتب سے ان امور
کو سمجھا لیا تھا۔ جو کسی مذہب کے چمک لاء کے ضمن میں آتے ہیں۔

اور مدعا اس بات پر روشنی ڈالنی تھی کہ اگر اس وقت ملک میں نفعہ منفعیہ اور نفعہ جعفریہ
سب ایک وقت نفاذ کر دیا گیا۔ تو اس ملک میں قانون کا نقشہ اور اس کا حشر کیا ہو گا۔
اور اثر نفعہ جعفریہ نفاذ العمل پر کیا تو اسلام آباد اور سرگودھا کا منہموم کیا ہو گا۔ تو نفعہ جعفریہ
اسی اختلاف کا بیاہر پر ہی استوار ہے۔

شیعہ عقائد کے مطابق موجودہ قرآن نہ نہیں ہے۔ جو محمد الم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور وہ خزانہ ہوا تھا اس کا جوہر دنیا پر کسی نہیں پایا جاتا۔ اس طرح سنت ان احادیث پیروی پر مبنی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے روایت کی ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے عقیدہ کے مطابق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و سنیات ہی عین کے علاوہ سب صحابہ خدا کا رسول ہو گئے تھے بقول شیعہ احادیث کا ذخیرہ مرتبہ کی روایت کا مجموعہ ہے لہذا یہ بڑی بنیاد اور قانون کا اضافہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ میرے عقیدہ میں یہ منظر عموماً غور و فکر کیلئے مستند مواد پیش کرنا تھا۔ اگر ان شیعہ عقائد اور ان کے مضمرات کا تین سو چار۔ جو کہ قرآن و سنت کے الفاظ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ اس سلسلے اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کل اسرارِ عظیم جو قرآن و سنت کا مشیدہ رکھتا ہے۔ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے اس کا کیا حشر ہو گا۔

میرے اس پفلٹ پر میرے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے کا یہ بنیاد مقدمہ
حجرات کے تھانہ ملہ میں سندس کار کی طرح بدراج کر دیا گیا اور مجھے طے مرن کے کھڑے میں
کھڑا کر کے آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ یہ مقدمہ نمبر ۸۹-۲۰۰۰ بحرم ۱۵۳/۸ ست پ
درج ہوا جسکا چالان نمبر ۱۸ جزری ۱۹۸۱ء کے عدالت میں پیش ہوا اور مجھ پر فرد جرم عاید
کر دی گئی۔ مقدمہ کی کاروائی کے دوران میں نے عدالت کے سامنے مندرجہ ذیل تین سوال
پر کھئے۔ جواب نہ انتظامیہ کے پاس تھا نہ فقہ جعفریہ نافذ کردہ "کافہ لکچر" کے پاس۔

۱۔ اس کتابچے میں جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں کیا وہ فقہ جعفریہ کی مستند اور بنیادی
کتابیں نہیں ہیں؟

۲۔ ان کتابوں سے جو اقتباسات پیش کئے گئے ہیں کیا ان کی عبارت غلط ہے یا ترجمہ
ٹھیک نہیں یا کردہ سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیے گئے ہیں؟

۳۔ اگر اس کتابچے میں درج کتابیں فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں نہیں ہیں تو وہ کونسی کتابیں
ہیں جن پر انحصار کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کے علیحدہ نفاذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟

ان سوالات کا جواب دینے کیلئے فقہ جعفریہ کے اکابرین اور مبلغین کو ۸۹-۲۰۰۰-۲۹
سے یکسر ۸۱-۱-۱۵ تک مرقع دیا کہ پیش ہو کر ان حقائق کی تردید کریں۔ لیکن کسی شیخ
فقہیہ کی حجت نہ ہوئی کہ ان کی تردید کرے۔ نہ ہی وہ عدالت میں کوئی ثبوت یا
شہادت پیش کر سکے۔ چنانچہ ۸۱-۱-۲۰ کو عدالت نے یہ مقدمہ

درجہ حتم ثروت واپس لے لیا جو اس حقیقت کا تعاقب یعنی اس
کتابچے میں کھایا ہوا ایک ایک حرف صحیح اور مستند ہے۔ اس مقدمہ کی
کاروائی کے بعد میں بھی شیعہ مجتہد یا فقہیہ نے اس کی تردید میں نہ
کچھ کہا نہ کچھ کیا۔

جو کہ تا یوم فی ہے اس کتابچے نے خسر تباری کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس لیے میں نے
دوسرے ایڈیشن میں تاریکین کے دل میں بدلا ہونے والے مکذ شکر کو دور کر کے کچھ متعلقہ
شید کتب کے حوالہ جات کی فوٹو شپٹ لگوئی جس میں سوال کر دی تھیں۔ دوسرے ایڈیشن میں
یہ فقرہ ملا اس لیے نہیں شامل کیا کہ اس کتابچے میں درج ہر حوالے کی صداقت تسلیم کی
جا چکی ہے۔ ان کی جگہ میں نے اس ایڈیشن میں تاریکین کے چند خطوط کو شامل کر دیا ہے
جو کہ ان کے تنازعات کے آئینہ دار ہیں۔

اس کتاب کا مطالبہ کرنے والوں نے مجھے ہزاروں خطوط لکھے۔ میرے لئے ان خطوط کا
جواب دینا ناممکن تھا۔ اس لیے میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے جہاں میری
معفرت کیلئے دعا میں ہیں وہاں میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ راجی خیر کام
مجھ پر جیسے گزرا ہے یا۔

میں نے نفاذ شریعت کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں اجتماعی مسائل کا ذکر اس سلسلے
کی تھا کہ ملک میں سراسر اعظم کے مطالبہ پر نفاذ شریعت ہو رہا تھا۔ جس میں پبلک لاء کے نفاذ
کے ضمن میں فقہ جعفریہ کی حقیقت بیان کرنا وقت کا تقاضا تھا۔ اس ایڈیشن میں فقہ جعفریہ کے
وہ حصے بھی پیش کرتا ہوں جسکا تعلق پرایمویٹ لاء سے ہے۔ میری یہ کوشش ایک قانون دان
کی قانون سازی کے ادارہ (بجایا سبلی) میں قانون سازی کے ذاتی تجربہ کی بنا پر ہے۔

جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا ہے میں یہ فقہیہ ہوں نہ ہی جزئی علما۔ اس لیے میری تحریر خالصتاً قانونی
نقطہ نگار سے ہے نہ کہ ادب پر کھتا ہے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب قارئین کو حقیقت
حال کھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا معاملہ خدا کے ہرے۔ اللہ تعالیٰ نے دین مصطفیٰ کی خدمت
کا موقع اور بہت عطا فرمائے اور میری اس انجلی کوشش کو میری بخشش کا سبب بنائے۔ آمین
آپ کی دل دعاؤں کا طالب
امان اللہ امجد میٹ ۱ جان مرد قرات

اسلام کی دولت کے ساتھ ہی کریمؐ نے حلال و حرام کی نشاندہی فرمادی تھی۔ جب دین مکمل ہو گیا تو حلال و حرام عبادات، معاملات و عقائد تمام چیزوں کی ہر حیثیت سے جسٹریکشن نہ صرف سب کچھ بتا دیا بلکہ ان اصولوں کی بنیاد پر ایک معاشرہ تیار کیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں حلال و حرام کے انسانی مسائل پر عمل ہوتا رہا۔ جو نبی کریمؐ کے بتائے تھے۔ مگر صاحب اصول کافی کہتے ہیں کہ شیعوں کو حلال و حرام کا علم نہ تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کو حلال و حرام سے ان مسائل اور مخ کے ان مسائل کا علم نہیں تھا جو اسلام نے اور داعی اسلامؐ نے سکھائے تھے۔ امام باقرؑ کے متعلق شدید کتب سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ آپؑ نے شیعوں کو حلال و حرام کا احاطہ دلایا۔ اور ان کو حدود سے روشناس کرایا۔ لیکن اس سے کہیں مبالغہ نہیں ہوتا کہ آپؑ کا زیر نگین کسی فقہ کی تبدیلی ہوئی۔

امام باقرؑ کا بنیاد ذات سنیہ ہجری ہے معلوم ہوا کہ پہلی صدی ہجری اور اذان و مدی ہجری میں جیسے خلافت راشدہ اور نوامید کا بیشتر حصہ شامل ہے۔ فقہ جعفریہ کا وجود ہی نہیں تھا اس لیے کسی اسلامی سلطنت میں اسکے نافذ نہ کیے جائیں گے اس لیے یہی پابلی نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ امام جعفرؑ کا دوسرا نام ہے آپؑ کی وفات ۱۲۸ ہجری میں ہوئی چھ کہ فقہ جعفریہ انہی سے منسوب ہے اس لیے ہمیں اس امر کا غماش کرنا چاہیے کہ کیا آپؑ نے واقعی فقہ کی کوئی کتاب اپنی زیر نگین تیار کر ڈالی تارخ سے ہمیں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا شیعوں نے امام جعفرؑ سے منسوب روایات، اخبار اور احادیث کو فقہی عنوانات کے تحت جمع کر کے چار کتابیں مدون کیں۔ یہ کتابیں درحقیقت تو حدیث کی کتابیں تھیں۔ مگر فقہی عنوانات کی وجہ سے یہ فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں کہلائی۔ شدید ان کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱۔ **الکافی** یہ کتاب ابو جعفر کلینی نے سنہ ۲۳۰ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کی وفات سے تقریباً ایک سو اسی برس بعد لکھی۔

۲۔ **من لا یحضرہ الفقیہ**۔ یہ کتاب محمد بن یحییٰ ابن ابیہر قمی نے سنہ ۳۸۱ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کی وفات سے تقریباً صد سو برس بعد لکھی۔

۳۔ تہذیب الاحکام

محمد بن حسن طوسی نے سنہ ۴۹۰ ہجری میں یعنی امام جعفرؑ کی وفات سے تقریباً تین سو دس برس بعد لکھی۔

۴۔ المستبصر

فقہ جعفریہ کی بنیادوں کی بڑی کا ذکر تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب اصول کافی خلافت عباسیہ کے کبیری خلیفہ المتقی باللہ کے صدر خلافت میں لکھی گئی۔ اور دوسری کتاب کے مصنف کا بنیاد ذات سنیہ ہے کہ اس وقت خلافت عباسیہ کے جیسری خلیفہ القائم با امر اللہ کا دور خلافت تھا۔ اگر یا فقہ جعفریہ پانچویں صدی ہجری کے اور آخر میں کامل طور پر وجود میں آئی اس لیے پانچویں صدی ہجری کے اور آخر بلکہ سقوط بغداد تک اس فقہ کو کسی اسلامی حکومت میں نافذ نہ کیا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ میر تقی میر کی خلافت مستبصر باللہ ۵۵۹ھ سے متعلق غلط فہمیاں ۹۳۳ھ تک رہی تو ان بھی اس فقہ کے نافذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

پھر قرآن عثمانی کی خلافت عثمان خان اول ۱۲۸۵ھ سے ۱۹۲۵ھ عیسوی تک رہا جب مصطفیٰ اکمال نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اس عرصے میں بھی اسلامی سلطنت میں فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ادھر برصغیر میں سنہ ۱۱۹۳ھ میں محمد غزنوی سے پیکر آخری منسل اور شاہک کسی وقت بھی فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

یعنی یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی حکومت کے کسی درجہ میں فقیر جعفریہ کو اپنے وزیر یا قاضی میں جگہ نہیں دی گئی۔

فقیر جعفریہ کے متعلق تادمی مرتبہ تحریر کیا گیا۔ بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت امام جعفرؑ کے وفات کے ۱۸۵ برس سے بلکہ ۳۱۵ ہجری تک مندرجہ بالا کتابیں بدترن ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ اسی عرصے میں امام جعفرؑ کی مذاہات مختلف راہبوں کے ذریعے ان محدثین تک پہنچی ہوں گی اس لیے ان مسائل اور اس فقیر کے صحیح یا مشکوک ہونیکا کا انحصار ان مذاہات کی ثقاہت اور علم ثقاہت پر ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ خود جعفریہ قریں رجال کی روشنی میں ہی اس بات کا جائزہ لیا جائے اور آخری فیصلہ تاریکین پر چھوڑا جائے۔

ابتداءً مشہور شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی کی دایہ نامہ کتاب "حق الیقین" کے صفحہ ۴۴ پر مذکور فقیر جعفریہ عبارت سے کسٹم لیا۔

وہ اس میں بھی کوئی مشکوک نہیں کہ اہل حجاز و عراق، خراسان، فارس وغیرہ سے فضلاہ کا ایک جماعت کثیر حضرت باقرؑ اور حضرت صادقؑ کے تمام آثار اصحاب سے لیا۔ مقصود زمرۃ، محمد بن اسمعیل، ابو یوسف، ابو بصیر، ہشام بن حران، حیکم بن طاہر، ابن بن قلب اور صادق بن عمار کے اور ان کے علاوہ اور کثیر جماعت بھی تھی جن کا شمار نہیں کر سکتے اور کتب رجال اور علمائے شیعہ کی فہرستوں میں مسطورہ مذکور ہیں۔ یہ سب شیعوں کے رئیس تھے ان لوگوں نے فقہ، حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا ہے۔ ان لوگوں کا اختصاص آئمہ ظاہریں کے ساتھ معلوم رہتا ہے۔

جیسے جیسا کہ ابو جعفر کے ساتھ ابو موسیٰ اور اس کے شاگردوں کا اختصاص۔

یہ اقیانوس ایک طویل بیان کا جعفریہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ اصحاب آئمہ کی کثیر تعداد میں شمار نہیں ان کے متعلق تو کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ مگر جس طاعت کثیر کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ اور اس میں شامل جن لوگوں کے نام دیے گئے ہیں وہ شیعوں کے رئیس ہیں۔

۲۔ آئمہ سے ان اصحاب نے فقہ و حدیث کے مسائل جمع کیے ہیں۔

۳۔ اگر یہ حضرات ثناء ثابت ہو جائیں تو فقیر جعفریہ آئمہ سے اخذ ثناء پر مبنی ہے۔ اس فقہ کا ماخذ کتاب اللہ سے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فقیر عقیدہ کی ریزہ سے جوڑ کر ان محرف ہے۔ اس میں پانچ قسم کا تحریف ہوتا ہے لہذا اس کا کیا اعتبار۔

اب ہم ان روایت سے شیعہ کے آلات شیعہ کتب رجال سے پیش کرتے ہیں۔

زمرہ

۱۔ امام جعفرؑ کے ہم راہ ہیں۔ رجال کتب صفحہ ۱۵ پر ان کی فضیلت کے بارے میں مذکور ہے قالہ اصحاب زمرۃ من احبہ اللہ زمرہ اصحاب زمرۃ کہتے ہیں کہ جس نے زمرہ بن اعین فضل اللہ ایا عبد اللہ کو پایا اس نے امام جعفرؑ کو پایا۔

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی توفیق اور کیا ہو سکتی ہے مگر سوال تو امانت و دیانت اور کردار کا ہے۔ سوال کے متعلق اسے لائحہ عمل۔

۲۔ یہ حکم ایسا ہے کہ حق ہے جن کی ملامت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زمرہ اور ابو بصیر یعنی زمرہ اور ابو بصیر بالاجماع ذکرہ ہیں۔ (حق الیقین اور فقیر جعفریہ) اب سوال یہ ہے کہ جب ذکرہ مذکور ہیں وہ نہ کہ وہاں رہنے والے ہیں جس سے یہ خبر چلی۔

میں درود کر بھی اسی پر چلا نہیں گئے۔

۲۔ قال (رای امام) نعم زلزاله حشر من الیہ حشره و النصارى و من

قال ان مع الله ثالث ثلاثه۔

امام جعفر نے فرمایا کہ زلزلہ تو بہت دفعہ ہوا اور ثلث کے تائین سے بھی بڑے (حال کشی صفحہ ۱۵)

امام جعفر کا زلزلہ کو تائین تکلیف سے بھی برا قرار دینا خالی از علت نہیں اور نہ کسی شاعر کا

سے یا اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے زلزلہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح تائین

تکلیف نے دین حق سے من موڑ کر تکلیف کا عقیدہ محفوظ کیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی

طرح زلزلہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گمراہی کا سر ایک دنیا گمراہ ہو

جائیں اور واقعی ان کا خلافت نہ درست ثابت ہوا۔

۳۔ امام جعفر نے فرمایا۔ لعنہ اللہ زلزالہ۔ لعنہ اللہ زلزالہ۔ لعنہ اللہ زلزالہ۔

یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا اللہ لعنت کرے زلزلہ پر۔ (رجال کشی صفحہ ۱۵۵)

شیعہ عقیدہ کے مطابق امام معصوم ہوتا ہے اس لیے معصوم کے قول میں شک و شبہ کی گنجائش

نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا کوئی شیعہ زلزلہ کے ملعون ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے جس فرقہ

کا تیسرا اعظم ایسا ہو جسکو ان کے بتائید ملعون قرار دیا ہو اس فقہی ثقاہت۔ انادیت

اور فضیلت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ ا۔

دوسری طرف زلزلہ کا یہ عمل بھی ناقابل انتہات نہیں۔ زلزلہ کہتا ہے۔

علماء خو جبت ضرورت فی الحیثیت نقلت لا یفہم ابدال۔

یعنی جب میں باہر نکلا تو میں نے ان کے دارمعی میں پاؤں مارے۔ میرے کہا کہ امام کبھی نجات

نہ پاتے گا۔ (رجال کشی صفحہ ۱۵۶)

مقابلہ شاعر غمناک ہے ایک طرف سے لعنت برساتی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف سے

عدم نجات کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔ جس ان کے واسطے میں پاؤں مارنے والا اور

جس ان کو نجات نہ پانے کا اطلاع دینے والا اسی امام سے منسوب کر کے دین و فقہ

کا کھائے تو ایسے دین و فقہ کی حیثیت ارباب دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔

نہ قیاس کن نہ مستثنیٰ من بہار مرا۔

ابو بصیر

۱۔ عن ابی یقین میں زلزلہ کے ساتھ گمراہی میں داخلہ جعفر دار ابو بصیر کو بتایا گیا ہے

اور وقت جعفر کے سوال میں یہ شخص دربار میں شہر ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کے

متعلق اس کا عقیدہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے۔

قال جیس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ راوی کہتا ہے ابو بصیر امام جعفر کے دروازے

علیہ السلام لیطلب الاذن و لم یؤذن لہ فقال لو کان معنا طبق

لاذن۔ قال فجا علیک فمشو فی حیبا۔

الحی بصیر۔

۱۔ ظاہر ہے کہ ابو بصیر کا گناہ میں امام جعفر طے صاف اور دنیا پرست تھے بشرت

یگر ملاقات کی اجازت دیتے تھے۔

۲۔ ابو بصیر خود اصحاب آئمہ میں اس نفیلت کا انک تھا کہ دروازے پر پڑا رہتا تو اسے

طلاقات کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی۔ اہمیت کا کیا انکا۔

۳۔ ابو بصیر جو کہ اندھا تھا کہتے کہ نہ دیکھ سکا۔ آپ بھی تو خدا نے بندگی میں منہ

وہ خود بند رکھنا آخر نہ کہوں کے بیٹھنے میں کوئی حکمت ہے پھر نہ آخر خدا فرمے

مگر اتنی کچھ تو اسے بھی بھی کر پیشاب کرنے کے یہ مزدور جگہ کرن ہی ہے۔

۳۴۔ یہ اتفاق بھیجئے یا قدرت کی طرف سے اقرباء میں اس منہ سے گفتگوائی کی توقع نہ رکھنا۔
جیسے جیز منہ میں داخل ہو رہا ہے اس میں پکیزہ پکیزہ باتیں اس سے نکلیں گی۔ !!!

جس اصحابی کی اپنے امام کے متعلق اس قدر حسد رائے ہو اور جس امام کے دہرے
مردہ اسی اصحابی کیلئے مخصوص گفتگوائی گفتار کا سیال فطرت کے زیر استہام اس منہ
میں ڈال دیا ہو۔ اسی اصحابی کے منہ اور ذہن سے نکلے (یا گھر سے) ہر مسئلے کے ثبوت
اور مستبر ہونے میں کس احمدی کو شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ !!!

محمد بن مسلم

اس شخص کا دعویٰ ہے کہ امام باقرؑ سے ۳۰ ہزار حدیثیں سنیں
اور امام جعفرؑ سے ۱۶ ہزار احادیث کی تعلیم حاصل کی (عبدالکاشی ص ۱۸۸)
عنہ مفضل بن صالح قال سمعته ابا عبد اللہ مفضل کہتا ہے میں نے امام جعفرؑ سے سنا
یہ قول عنہ ان اللہ محمد بن مسلم کان یقول ان فراتے تھے محمد بن مسلم پر اللہ کی لعنت
اللہ لا یعلم شیئا حقہ کیوں نہ
آجہ اللہ کو اس کا علم نہیں ہوتا (عبدالکاشی ص ۱۸۸)

اول تو جس آدمی کا عقیدہ ہی اللہ کے متعلق یہ ہو کہ اس کے تفہیم فی الدین کا طول دراز من
آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے پھر جس کو امام جعفرؑ کی طرف سے اللہ کی لعنت کا تحفہ ہے ایسی ثقاہت کیا کہنے
فقہ جعفریہ کے باقی اصحاب آئمہ کا حال آپ نے پڑھ لیا تو لگتا ہے کہ فقہ جعفریہ کی تیاری
میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ انہی اصحاب آئمہ کی روایات قبول کی جائیں جنکو آئمہ
سے ملعون قرار دیا ہو۔ اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی مختلف ہے یہی کو آئمہ نے اکبری لعنت
سے نوازا ہے یہی ترمذی، لعنت، لعنت یعنی لعنت ہے۔ لیکن جہ سے یہ تقسیم بعد از وفات
ہو کر ہو کر، حشر جنت کے قابل ہو کر، سکھاتا ہی رہا ہے۔

علامہ مجلسی نے جن میں اصحاب آئمہ کو گرفتار رکھا ہے ان کے حالات
سے اندازہ کر لیا جاتا ہے کہ جب اکابر کا یہ حال ہے تو عام غرض کیا ہو گئے۔

اب ذرا ان اصحاب سے بھی ایک معروف شخصیت کا تعارف کر دیا جائیگا جس کا
علامہ مجلسی نے ذکر نہیں کیا مگر وہ بھی چوٹی کے اصحابی ہوا۔

جابر بن یزید

محمد بن مسلم کا دعویٰ تو آپ نے پڑھ لیا کہ امام باقرؑ سے
ایسے ۷۰ ہزار احادیث سنیں تھیں یہ صاحب ان کے بھی استاد
نکلے ان کا دعویٰ بھی ملاحظہ ہو۔

عنہ جابر بن یزید قال جعفر بن قال جابر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفرؑ سے
حدیثی عنہ ابو جعفر جب علی بن ابی طالبؑ سے ستر ہزار احادیث کی تعلیم پائی (عبدالکاشی ص ۱۸۸)
اس سے تو ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کا علمی رتبہ محمد بن مسلم سے دو چند سے بھی زیادہ
اب اس نفیست کتاب کی امت و روایت کا حال سنئے۔

عنہ زرارہ قال سئلت ابا عبد اللہ عن زرارہ کہتا ہے میں نے امام جعفرؑ سے جابر کا
حدیث جابر بن یزید قال ما رأیتہ عند ابی احادیث کے متعلق پڑھ لیا تو فرمایا کہ یہ سیر
قطا الا سیرۃ ما حدیثہ ما رآہ علی قطط والد سے صرف ایک اہل علم اور میرے پاس
تو کبھی آیا ہی نہیں۔

یہ بات سنیں اعظم زرارہ بیان کر رہا ہے نہ جانے اسے اسکی حمزہ زرت کیوں ہو
ہوئی۔ لیکن ہے اس کا ستر ہزار احادیث کا دعویٰ سن لیا ہو گا تو اسے تعجب حسرت یا رشک
بیلہ برا ہو گا۔ امام نے جو جواب دیا اس سے زرارہ کی تنقیدی ترمیم ایدہ ہو گئی ہو مگر اس
جو بے عجاہت کا ایک باب کھول دیا۔ مثلاً

۱۔ ایک ملاقات میں امام نے ستر ہزار حدیثیں تعلیم فرمادیں۔ اگر ایک منٹ

فی حدیث شمار کیا جائے تو کل وقت ۱۱۹۹ کھینچے یعنی ۸۸ روز سے کم روز زیادہ بنتا ہے
۲۔ اگر جابر اس دوران صرف حدیثیں سناتا تو اس کے حافظ کا کمال اتنا پرشہ تھا
کہ ایک دفعہ کن کہ ستر ہزار حدیثیں یاد کر لیں۔

۳۔ اگر یہ محال نظر آتا ہے اور ہے تو پھر جابر ساتھ ساتھ بکھتا ہا ہوگا اگر یہ صحت
فرمان کرنا چاہتے تو وقت کو اور بڑھا کر پڑھے گا وہ چندے کم کیا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ
یہ لانا تائیں ہمیں بھیجے سے تجاوز کر گئی۔ اگر یہ نہ آجائے تو اور صورت کوئی نہیں ہو کہ
اس زمانے میں چپ ریکارڈر یا شارٹ ہینڈ کے زمان کا کوئی ثروت نہیں تھا
۴۔ اگر جابر کے دعویٰ کا جائزہ لیا جائے تو عقل اسے تسلیم کرنے سے گریزاں
ہے اگر اسے تسلیم کیا جائے تو اسے کہ جعفر تسلیم کرنا پڑے گا۔

۵۔ اگر امام کو سچا تسلیم کیا جائے جو کہ ضروری ہے تو جابر پر سے درجہ کا جعفر ثابت
ہوتا ہے۔

۶۔ اگر جابر کو بددانت اور جھوٹا تسلیم کیا جائے تو فرقہ جعفریہ کے پہلے
کچھ نہیں رہتا۔

خامہ انگشت بدندان ہے اسے کیا کہیے۔

خامہ سرگر میان ہے اسے کیا کہیے۔

علامہ باقر مجلسی کا حق الیقین میں کچھ مذکور اور کچھ غیر مذکور اصحاب آئمہ کے
حالات مشتے سوز از خضر و ابرو کے طور پر شیعہ کتب رجال سے پیش کیے گئے۔

اب ذرا اسکا مضمون پر ایک اور زنادیے سے نگاہ ڈالیے۔

علامہ باقر مجلسی نے حق الیقین میں یہ تر فرادہ کہ "یہ کثیر جماعت تھی جنہیں
کے رئیس تھے۔ مگر آئمہ کا بیان ایسی غی کرنا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۳۹۶

امام جعفر کی مندرجہ ذیل حدیث درج ہے۔

عن ابی بصیر اگر تم میں سے (جو شیعہ ہو) تین سو تین چھ مل جائے جو میری
حدیث ظاہر نہ کرتے تو میں ان سے اپنی حدیثیں نہ چھپاتا۔
یہ حدیث کیا ہے۔ حقائق کا ایک نکتہ یا بدلہ کیا تو مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالتی
ہے۔

۱۔ امام جعفر کا امام محمد بن یحییٰ شیعہ سو تین سو تین چھ مل جائے نہ ہوئے۔

۲۔ یہ کہ امام جعفر شیعہ مومنین کا فوج نہیں کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ دلاور مومنین
کو اپنے علم اور احادیث سناتا چاہتے تھے۔

۳۔ امام جعفر کو جب محمد بن یحییٰ بھی درستیاب نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی احادیث محفی
رکھیں اور کسی کو بھی نہیں سنائیں۔ شیعہ کتب حدیث یعنی کافی۔ استبصار
اتہذیب۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں درج ہزاروں احادیث جو امام جعفر سے منسوب
ہیں۔ امام ان سے لاتعلقی کا اعلان کر رہے ہیں۔ لہذا یہ سب بنادنی اور جھوٹی ہیں
یعنی کہ محمد امام فخر نے فقہ جعفریہ کی مندرجہ ذیل بھی متعلق کر دی۔

۴۔ اسی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ امام اپنی احادیث کو ظاہر نہیں بلکہ محفی
رکھنا چاہتے تھے۔ امام کا خواہش حکم کا درجہ رکھتی ہے یعنی امام کے حکم کے مطابق
ان کی احادیث محفی رکھنے کیلئے ہیں نہ کہ ظاہر کرنے کیلئے۔ اب کوئی ہمیں
بتائے کہ فقہ جعفریہ کو یہ سب منبر لاسنے کے جتن چڑا چکے ہوں گے جس میں خود امام
جعفر کے حکم کے مطابق بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر نہیں تو کیا یہ محمد کا یا جعفر
امام اور اسکے حکم کے خلاف ہیں۔ فرقہ جعفریہ کے متراسے اپنے گھر کا خیر
لیں۔ اور فرقہ کے نفاذ سے پہلے اپنے امام سے دوبارہ مشورہ کریں۔ ہم تو

آنا جانتے ہیں۔ ہر اک نے اس سے بھی آگے قدم بڑھایا ہے۔ لیجیے ان کے
نمبر ۱۰۔

”میں نے کوئی آدمی نہیں پایا جو میری وصیت قبول کرتا۔ اور میری اطاعت
کرتا سوائے عبداللہ بن ابی سعید کے“

رحمان کشتی صفحہ ۱۴۰

توجہ فرمائیے، ان شاعری نہیں فرما رہے بلکہ حقیقت بیان کر رہے ہیں۔ اس
حدیث سے ان کے خود درد باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ جب تک ان کا بقید حیات رہے صرف ایک مرد میدان ہے ان کی اطاعت کی۔ اگر
اس حدیث کو اصول کا زوال دہلی گزشتہ حدیث کی روشنی میں پڑھا جائے تو ہمیں عبداللہ
بن ابی سعید کی اطاعت کا مطلب آسانی سمجھ آ جاتا ہے مگر نہ جانے حضرت ان کا جعفر
کا مطلب ان کے نام نہاد نام کیوں سمجھ نہیں پا رہے۔

۲۔ چونکہ ان جعفر کو صرف ایک اطاعت شعار کی دستیاب ہوئی اور نہ ہی قابل اعتماد
بھی ٹھہرا ہو گا۔ لہذا جو ولایت اس سے چلی ہو گی (ان کی خواہش کے خلاف) تو ہی
معتبر نہ ہو گی۔ اس صورت میں دہلی شیعہ کا تمام عمل خبر و اہل پر استوار ہو گا۔ لیکن اس
جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ رحمان کشتی صفحہ ۱۴۰ پر عبداللہ بن ابی سعید
کی شخصیت کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ زراہ اور ابو سعید وغیرہ سے کچھ مختلف
ہوئی۔ بلکہ تم بھی اس رویہ کو بھی مٹا دے۔ دلی بات ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنہ ۳۷ ہجری تک بقیہ جعفریہ کی کوئی کتاب
مذہب قرآن نہیں ہوئی تھی۔ دلی احادیث آئمہ کا مذکورہ بالا چار کتاب میں وجود میں آگئی تھیں
لیکن ان میں آئمہ کی جو احادیث درج ہیں ان میں سے زیادہ تر ان اصحاب آئمہ سے

مرد کا ہیں جن کو خود آئمہ نے ہی گمراہ ملعون و یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر مخلوق قرار
دیا ہے۔ لیکن ان نام نہاد اصحاب آئمہ کا ترشہ شاید مطیع نظر ہی رہتا تھا۔

ہم طالبِ شہرت میں ہمیں تنگ سے کیا کا

مذہب ہمیں یوں گے ترک کیا نام نہ ہو سکا

پانچویں صدی ہجری میں محمد بن حسن طبری کی تہذیب الاحکام اور استیعاب کے
بعد فقہ جعفریہ کے کام میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ان کتابوں کی عام اشاعت
بھی نہ ہوئی اور نہ ہی زمین ہی کا ہوتا رہا چونکہ دہلی شیعہ میرا سرسبز اور اخفا کی چیر
پے آسمانیہ اگر کسی وقت کسی نے اس کو عام کرنا کی کوشش کی تو اسے سرزنش کی
گئی۔ جیسا کہ

قال ابو جعفر ولایت اللہ اسوھا امام باقر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولایت
الی جبوئیل واسوھا جبوئیل الی کاراز جبرئیل کو راز میں بتایا۔ جبرائیل نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسوھا محمد یہ راز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق طریق پر بتایا
الی علی واسوھا علی الی من شاء ثم حضرت نے یہ راز حضرت علیؑ کو کان میں
اوستم قل یعون ذالک۔ بتایا۔ پھر حضرت علیؑ نے جسے چاہا بتایا۔

مگر تم لوگ اسے تار کر کے پھرتے ہو۔
مگر یا شیعہ مذہب کی بنیاد یعنی عقیدہ ولایت و امامت میرا ایک راز ہے جس کا
حضور دو لوگوں تک محدود رکھا ہے انہما ضروری ہے اور اس کا افشا کرنا شیعوں کے آئمہ
کی کہلی نافرمانی ہے۔ اور فقہ جعفریہ کا سبب ہے۔

آئمہ کا اس نافرمانی کے اہلکار کے اہلکار محمد بن ابی سعید جعفری میں ایک شیعہ
جمال الدین کی سنے فقہ جعفریہ کی پہلی کتاب ”لغۃ مشفقہ“ صحیح فقہی غرض پر لکھی۔ چونکہ

اس سلسلے کی یہ پہلی کرسٹیشن تھی اس لئے اس کی پذیرائی اور تدارفہ الٰہی ہونا ایک فطری امر تھا اگرچہ نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے برعکس ہوا۔ جمال الدین کی واجب القتل قرار پکڑ کر قتل ہوا جس سے یہ ثابت ہوا کہ ”لفظہ مشفقہ“ یقیناً علمی یا دینی خدمت نہیں سمجھی گئی بلکہ اس کے الٹ سمجھا گیا۔

جہاں جعفر یہ کہ جمال الدین کی مورت میں شہید اول پیش آگیا وہاں۔ علوم میں فقہ جعفر یہ کہ قدر قیمت اور معیار عقلمن ہوا۔ جعفر یہ خسیب سابق زمرہ زمین کا کرتے گئے۔ دسویں صدی ہجری میں ایک اور شخص علامہ زین الدین کے نام سے سامنے آیا۔ اس نے فقہ جعفر یہ کو عالم فہم بنانے اور پھیلائے کیلئے عمدہ مشفقہ کی شرح فرستادہ کیلئے کے نام سے لکھی۔ جب کتاب کا معنف واجب القتل قرار پایا تو اس کی شرح لکھنے والے کو کوئی جاگیر ملنی تھی چنانچہ اسے بھی اپنے پیشرو کا طرح واجب القتل قرار دیکر قتل کر دیا گیا۔ جعفر یہ نہ بھی خسیب سابق اسے شہید قرار دیکر شہید ثانی کا خطاب عطا کر دیا۔ فقہ جعفر یہ کا علمی سرا یہ بس بھی کچھ ہے۔ ممکن ہے چند نیک اور باعمل شیعہ ان کتابوں پر عمل کرتے ہی ہوں مگر جتنی ہی طور پر کسی مکرہ صحت سے کبھی بھی اس فقہ کو قابل سہرہ پرستی اور قابل نفاذ نہیں سمجھا۔

ابتداء میں درج حق الیقین متفقہ ایسے ہی گئی عبارت کے اعتبار سے اعتبار میں علامہ مجلسی نے جہاں یہ کہا ہے ”ان لوگوں (یعنی آئمہ) نے فقہ حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے مسائل کو جمع کیا ہے کہ وہ ایک تار کی غلط ہے۔ زرارہ۔ محمد بن مسلم اور ابو بصیر وغیرہ جن کے نام درج کیے گئے ہیں، انہوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ بلکہ ان کی وفات سے دوسرے سے دیکر تین سو سال بعد تک لوگوں نے ان کے نام سے روایات جمع کر کے وہ چار کتابیں تصنیف کیں جن پر اندر بحث کی جا چکی ہے۔

اسی اعتبار میں جہاں علامہ باقر مجلسی نے کہا ہے ”ان لوگوں کا اختصاص آئمہ طاہرین کے ساتھ معلوم نہ متحقق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اسکے شاگردوں کا اختصاص ہے“ یہ تشبیہ اور تشبیل بھی خلاف حقیقت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے حالات ان لوگوں سے قطعاً مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں میں سے جانیس ہارن منی کی ایک مجلس مذاکرہ بنائی تھی جس کا ہمدادی ایک خاص منی ہمارت رکھتا تھا۔ جبر بھی یا شہد در پیش نہ تھا وہ قرآن و سنت اور تعامل معاشرہ کی روشنی میں زیر بحث آکر طے ہوتا۔ جب بھی وہ کوئی کسی نتیجے پر پہنچتے تھے تو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے امام محمد شیبانی کے لئے کہہ دیتے تھے۔ اسی طرح تربیت پاکر امام محمد شیبانی کی چھ تصانیف فقہ حنفی میں کتب ظاہر و دایمہ کے نام سے مشہور ہوئیں اسی طرح امام ابو حنیفہ کے ایک اور شاگرد ابو یوسف نے کتاب الخراج تصنیف کی۔ فقہ حنفی نہ صرف عبادی خلفائے باقاعدہ طور پر اپنی سلطنت میں رائج کی۔ بلکہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی نافذ کی گئی۔ اسی کے مقابلے میں علامہ مجلسی نے جن اصحاب آئمہ کو مندرجہ بالا اعتبار میں امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کو ساتھ تشبیہ و ذکر ہے انہوں نے مذکور کتاب تصنیف کا نہ ہی قرآن و سنت تک پہنچے۔ بلکہ صرف امام کا بات، بلکہ (اگر یوں کہہ دیا جائے تو بجا ہوگا کہ) امام سے منسوب کر کے اپنی بات بیان کرتے رہے۔ اور علماء میں آنیوالوں نے انہی کی روایات کو جمع کر کے فقہ جعفر یہ کا نام دے دیا۔ جہاں تک اس فقہ کا کسی ملک میں رائج ہونا کا تعلق ہے تو یہ بات خراب و خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں وہاں فقہ رائج بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الہامی کی روشنی میں اپنے ارشادات اور صحابہ کی علمی تربیت کر کے رائج فرمائی

معتق۔ حضرت علیؑ اپنے عہد خلافت میں اس فقہ سے بال برابر بھی انحراف نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے بھی وہی فقہ رائج رکھا جو خلفائے ثلاثہؑ کے عہد میں رائج رہی۔ اگر حضرت علیؑ کوئی نئی فقہ رائج یا نافذ کرتے، چاہے اس کا نام فقہ جعفریہ ہو تا کوئی اور متہ یا بے نام ہوتی یا اس فقہ سے مختلف ہوتی جو خلفائے ثلاثہؑ کے عہد میں رائج رہی تو بعد میں انہوں کو بھی حق پہنچنا تھا کہ اس علوی فقہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے یا اس کے پیٹے جو وہ جہاد کرتے۔ جس فقہ پر ابوالاثر حضرت علیؑ نے پوری زندگی اور پورا عہد خلافت گزار دیا۔ خدا جانے اس علیؑ سے محبت کے دعویداروں کو اس فقہ سے انانہ پر کیوں ہے۔ علیؑ سے محبت لیکن ان کا طرز زندگی بے سیر !!!
 صحیح۔ یا مال لکھیں شہر شام سنگ نہ دارد

بہی وہ فقہ ہے جو خلفائے عباسیہ کے عہد میں اگر اور باقاعدہ فقہی ترمیم سے ملے گا ہرگز فقہ حنفیہ کے نام سے اسی پرانی صورت اور اسی بنوی اصول پر رائج ہوئی اور پھر فقہ یا تمام اسلامی سلطنتوں میں یہی فقہ حکومت کے زیرِ نظام نافذ ہوئی تھی۔

اسی پیٹے فقہ جعفریہ کا فقہ لگا انہوں سے گزارش ہے کہ پہلے اپنے کوئی خبریں۔ فقہ لگانے سے پہلے اصول کافی صفحہ ۲۹۹ پر امام جعفرؑ کی ان کی احادیث کو پوشیدہ رکھنے والی حدیث دوبارہ پڑھیں۔ پھر ممکن ہے ان کو یہ نقطہ یا منہی معلوم ہو۔

جو ہمیں دیتے تھے تعلیم سکوت
 سکوت وہ احباب یاد آتے بہت
 ہم جو چپ رہیں تھے رشتے تھے نجس
 بوسنے کے بعد پچھتاتے بہت

پبلک لا

(اجتماعی مسائل)

باب النكاح

نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں سے ایک مرد اور عورت کے درمیان ایک مستقل اور عمر بھر کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں فوقہ جوہر یہ بھی علم کے سلسلے پرانتہا سبق ہمایا ہیں وہاں قائلین اور حاکم مستحکیمتہ بھی بڑی آسانیاں رکھی گئی ہیں مثلاً ۲۔

سکھ

۱۔ فروغ کافی طبع جدید ۵ : ۳۸۷

عن زید بن اسیر قال سئل ابو عبد الله عليه السلام عن الرجل يتزوج المرأة بعين مشهود فقال لا حرج من تزوج البتة فيما بينه وبين الله انما جعل الشهود من قسوة جمع البتة من اجل الولد من خاله لم يكن به ما لم -

ازرارہ کہتا ہے امام جعفر سے ایسے آدمی کے متعلق یہ چھایا جو گواہوں کے بغیر موت سے نکاح کرے امام نے فرمایا کوئی خلع نہیں اللہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے نکاح کے گواہ تو صرف اولاد کے لئے ہوتے ہیں اگر نکاح میں اولاد مقصود ہو تو بغیر گواہ کے نکاح میں کوئی خلع نہیں -

ام نے جائز اور ناجائز میں حد فاصل تو بتا دی کہ اولاد مقصود نہ ہو تو کوئی مرد کسی عورت سے جیب چا سہے، تہنایا نہیں لیغیر گاہوں کے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں رد امور قبایلی غمزدہ ہیں۔

آؤں یک دینی اور زانیہ کا مقصد حصول اولاد نہیں ہوتا بلکہ محض آئندہ
برسوت رانی ہوتا ہے۔ لہذا فقر جعفریہ میں زانا کی کوئی چیز اگر ہو سکتی ہے
تو صرف اس صورت میں بکریب یا لہجہ ہو کہ نہ ہر زانا ایک جائز نکاح ہے جس
سے اسے گناہوں کی ضرورت نہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر حکومت اور قانون فقیر جعفریہ کی اس پیشق کو تسلیم کرے تو نہ ان کی جدوجہد کی عمر نہ کا تکلف انہیں کرتا پڑے گا۔

٢- من لا يحضره الفقيه ٣ - ٢٥١

عن مسلم بن بشير عن ابي عبد الله - اما جعفر اس آری کے متعلق مرسل
عليه السلام قال قاله عن رجل - ہر جس نے کسی عورت سے گراہ لیا کہ بغیر نکاح
تزوج اسراۃ وسمیشہ فقال اما - کر لیا تو فرمایا: اس میں کیا حرج ہے اللہ
دینہا بنیۃ وبنین اللہ عن علی بن فضال - جو گراہ ہے لیکن اگر کسی ظالم حکمران
بعد منشی وکن ان اخذہ سلطان - نے پکڑ لیا تو سزا
ما قبلہ عاقبتہ - دیا۔

سوال یہ ہے کہ ظالم حکمران ایسا کیوں کر گیا کیا اسے فقہ جعفریہ یاد نہ
ہو گی یا ملک میں فقہ جعفریہ لاگو نہ ہوگا۔ بہر حال ظالم آخر ظالم ہی ہے۔ اہل
یمنند بادشاہ تو ایسے غلام کہ انعام دینا کیونکہ اس نے بلاد و ممالک و زمینوں کو تکلیف نہیں
دی اور بڑی بے تکلیفی سے بہم خورد مرگرتی۔ بہر حال سلطان جابر کا کھٹکا تھا بھر
کرتا ہے کہ چور اندر موجود ہے مینیر تجھ کے دیتا ہے اور کتے کو بکری کا آنا دیکر
اس کا مرثت ملنے سے آواز ادا مشکل ہو رہا ہے۔

۲۔ اے ایسا بیٹا! میں نے رسول اللہ کا ایک مثال فردوس کلائی۔
جلد ۵ صفحہ ۲۱۱ میں بھی ہے جس سے کہ عقلمند حل ہوتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
جاءتہ امیۃ الی عسوف قال فی منیت
خطہ وقرعہ فامر بجانہ فادہم فاجس
یذکر لہ امیۃ المؤمنین صلوات اللہ
علیہ فقال کیف ذینت فقال موت
بالبا ویتہ خاصا بمن عطشہ شدید
فما بقیت اعدا بیا قال لان لیس فی
الان اہکنت من نفسی فلما اجد فی
الطشہ وخرقت علی نفسی سقانی
فاکنت عن نفسی فقال امیر المؤمنین
ہذا کفر وکفر بک وکفر بک
تو اس نے مجھے پانی پلایا اور میں نے اپنی
جان پر اختیار و پیدایہ امیر المؤمنین سے فرمایا
وہ کعبہ کی قسم یہ تو کفر کا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ :-

(۱) اس عمل اور صورت علی کو عورت سے زنا سمجھا۔ اور حضرت عمرؓ کے سامنے اقرار کر کے
پانے آپ کو پاک کرنے کا درخواست کی اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے زنا قرار دیکر
اسے سزا سنائی۔

(۲) عورت ابن زبان اور سلمان بقی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے
عام مسلمان اس صورت و واقعہ کو زنا سمجھتے تھے۔

(۳) حضرت عمرؓ امیر المؤمنین تھے۔ ابن زبان صاحب علم اور شریعت کے ماہر تھے ان
کے فیصلے سے ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامی اس امر کو زنا قرار دیتی ہے۔

(۴) روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سزا سنانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت
کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہے چلی جائے جس کے بعد حضرت علیؓ نے اسے اسکی امانت
تفویض کر دی۔

(۵) اس عورت کی ملاقات حضرت علیؓ سے اتفاقاً ہوئی یا انہوں نے خود اسے بلایا یہ بات
روایت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی۔

(۶) حضرت علیؓ نے اس عمل کو نکاح قرار دیدیا جسے عرف عام اور فقہ اسلامی میں
زنا قرار دیا جاتا ہے۔

(۷) فقہ جعفریہ میں یہ عمل نیکاح ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں فقہ جعفریہ اسلامی
حکومت میں رائج نہیں تھی۔

(۸) حضرت علیؓ کو عورت کے سزا پانے سے پہلے واقعہ کا علم ہو گیا۔ مگر انہوں نے
نہ تو حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ سزا کا حکم واپس لے لیں اور نہ ہی فقہ جعفریہ
رائج کرنے کی کوشش کی۔ پہلی صورت میں ان پر کتنا حق کے ارتکاب کا
شوک تھا ہے۔ اور دوسری صورت میں دین کے معاملے میں ان کی بزدلی ثابت
ہوتی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک یہ دونوں باتیں حضرت علیؓ کی شخصیت
سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

(۹) روایت میں ”وخرقت علی نفسی فاکنت کافر“ والا جملہ ایک معمولی

پر ولادت کے اسی پہلو پر ہم روشنی ڈالی گئی ہے جو درج ذیل ہے۔

عمل قوم لوط اور فقہ جعفریہ

۱۔ فرق المیثد از ابو محمد الحسن بن موسیٰ

شیعوں کے شہید ثالث علامہ نور اللہ ثرستری نے اپنی کتاب مجاہد الس المؤمنین (۲۶۹۱) پر اس کتاب کے صفحہ ۹۲ سے ولادت کے بارے میں مذکور ذیل آیتوں کا خلاصہ کیا۔

وَقَالُوا يَا بَايِعُوا هَذَا لَفِظٍ	مردم یہ کہہ کر ان سے دلی حلائی ہے
وَالْقَالِيَانِ وَالْمَعْلُومَاتِ خَلْفَهُ	اور دلی قسم ان میں کیا نکاح کرتا ہے
يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ	لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ

اور نیز جہد مذکورہ وانا یا بایع جعفر جعفریہ کے نگاہ سے کہ کئی ایک نظیر مذکور ہو گئی۔
بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ فقہ جعفریہ میں لڑکوں سے نکاح کرنا حلال و مشروع ہے قرآنی
کے مین مطابق ہے۔ کئی تفسیر کے بموجب بتایا گیا۔

۲۔ تہذیب الاحکام

سالت ابا الحسن الرضا علیہ السلام امام موسیٰ رضا سے عورت کے ساتھ دلی کی
عن ایتان الذی الیہ المراء من خلفها کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا قرآن کا آیت ہے
فقال احملها ایستہ من کتاب اللہ لے حلال تو رہا حضرت نے فرمایا یہ لڑکی
عز وجل قول لوط لعلہ بانی بنائی بنائیں تمہارے لئے پاکیزہ میں وہ جانتے تھے کہ قوم
ھون المھو کہہ دے کہ وہ علم انھم رو بہ قبل سے دلی کرنا نہیں چاہتی تھی یعنی ظاہر
لا یریدون الفرج۔ منہ غیرت کے عادی تھے۔

۲۔ تہذیب الاحکام ۱: ۳۱۳

عن عبد اللہ بن ابی لیفہ قال | عبد اللہ بن یعفر کہتا ہے میں نے امام جعفر
سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام سے عورت کے ساتھ دلی کی لڑکی کے
عن الذی الیہ فی المراء فی بارے پوچھا۔ فرمایا کہ دلی کرنے نہیں
دیکھا قال کا۔ اس بلہ اذا ضیت اگر عورت راضی ہو۔

۳۔ تہذیب الاحکام ۱: ۳۶۰

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال | جعفر نے متنبہ کیا کہ عورت
اخذ الی الذی الیہ المراء فی الذی | مرد سے ہو یا ہر زمانہ کا بات
صاحتہ لہر شق من صومہ لہ اور مرد اس کے ساتھ دلی لڑکی کرے
لیس علیہا غسل | تو عورت کا روزہ ٹوٹے گا نہ اس پر غسل پڑے گا

۵۔ استبصار ۱: ۵۴

مسئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل | امام جعفر سے پوچھا گیا جو شخص عورت
لیس الیہ المراء فی الفرج علیہا سے دلی لڑکی کرے کیا اس عورت پر اس
عن الیہ المراء فی الفرج علیہا عورت میں غسل واجب ہے کہ مرد کو نہ مال
ھے قال لیس علیہا غسل وان لم ہو عورت کو نہیں پڑے یا عورت پر غسل
ینزل عنہا غسل علیہا۔ میں اور کہہ کر انزال نہ ہو تو مرد پر بھی غسل نہیں

حزبت مصاہرت

گندہ شتہ اور براق میں یہ تو گندہ شتہ دکھا ہے کہ بیوی کی ماں بہن وغیرہ
 زنا کر کے نہ نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن فقہ کو مکمل کرنے کیلئے حرمت
 معاہدت کا بہر حال کوئی نہ کوئی شیخ ضرور ہونی چاہیئے۔ چنانچہ یہاں بھی خانہ
 پرہیز کردی گئی ہے من لا یحضرہ الفقیہ ۲۵۳:۲ ملاحظہ فرمائیے۔

انے الرجل اذا تزوج المرأة فزني
قبل ان يدخل بها المثل له
كالخذف ذان في يفرق بينهما -
ایک مرد نے عورت سے نکاح کیا مگر
اس سے پیشتر اس کا کر چکا تھا نکاح
کے باوجود بھی وہ عورت اس حلال نہ ہو گی ان
دو ذریعہ میں تفریق کیا جائے -

یعنی اگر کسی عورت سے زنا کیا ہے تو پھر اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی عینہ زوری کرے تو ایسے مباح برائی میں تفسیق کوئی جاتے۔
 سے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

سہولتیں ہی سہولتیں

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ
عنہ الیہ جعفر علیہ السلام قال
لا تمکم ابنتہ الاخم ولا ابنتہ الاختہ علی
محرماتہا استہا الا باذنہما وتکلیف
العمہ والحالہ علی ابنتہ الاخم
ابنتہ الاختہ بغير اذنہما۔

۴۲۔ تہذیب الامم کا ۷، ۳۳۳
 قال رجل ابا عبد الله عليه السلام
 نحن عندنا من عارتيه الف درهم نقال
 سداه شهر مكث قليلا ثم قال كن
 ما ايسر بان يعل الرجل جاريته لانيه -
 ابا جعفر سے پوچھا گیا کہ کچھ روپی کی جا
 سکتی ہے مندر یا حرام ہے۔ پھر
 فقہ ثوری دیر کے فرمایا۔ میں اس
 میں کوئی منزع نہیں کہ کوئی آدمی
 اپنی زیدی کا شریک جاریتہ بیخدا کرے
 خلا کے وقت۔

۵۵ تهذيب الاحكام ۷ ۲۵۸۰

عن ابی بصیر قال سئل ابو عبد اللہ
علیہ السلام عن المتعطلۃ من
الارباع فقال لا وکن من السبعین

۴- تہذیب الاحکام ۲۵۹: ۱

عن زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ذکر لہ الخصال من الاربع قال فی صرح منہن الفان فیہن محتاجات -

نذرار سے روایت ہے امام جعفر سے
 برہنہ کیا کہ نذرار چار میں شامل ہے
 فرمایا جا ہے ایک صفحہ سے نذرار کو
 یہ تو اسبورت کا معاملہ ہے -

تہذیب الاحکام

قال قلت لأبي عبد الله عليه السلام
أدفع ما يتزحج به المتعذّر قال
كفّ من لبس -

۸- تہذیب الاحکام ۷: ۲۹۷

میں نے ام جعفرؓ کے ایک بھوکے ساتھی پر ہتھیار چلائے کی ایک گڑی کے عرض متہ کرے فرمایا کرتے عرض نہیں کیں جب فارغ ہوئے مگر اس عورت کی طرف نہ دیکھے۔

اسلام میں نکاح کچھ جانین کا سلمان ہونا شرط ہے اور اسلامی نقطہ میں

عزیز تقاضا مری کے پیش نظر کفہ کا خیال میں رکھا جاتا ہے۔ اس طرح انتخاب کا دائرہ
لازمًا محدود رہ جاتا ہے فقہ جعفریہ میں نکاح متہ سے پہلے تہا محسوس و مستم کہہ دی
جس میں نہ کہ فقہ جعفریہ کے متہ اولیٰ کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہنے پاتے۔

۹- تہذیب الاحکام ۱۷۵۹

محمد بن سنان امام موسیٰ رضا

حالتہ عونیہ نکاح الیہودیتہ
والنصرانیۃ فقال لا باس
تخلفتم لبعوثیۃ فقال لا باس
کہ لیخفیۃ تفتہ۔

میں نے لفرانی اور یہودی عورت سے
مستدرج کیے تھے پوچھا منو یا کوئی حرج
نہیں پھر میں نے عیسائی عورت کے متعلق
پوچھا منو یا کوئی حرج نہیں۔

۱۰- تهذيب الاحكام ۷: ۲۵۲

مسیح ارادہ الہی نے تو مجمع الموعود
فایس علیہ التفایش عنہا بل فیض
نے تو یہا -

۱۱- تہذیب الاحکام ۷: ۲۵۲

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ فی ترجمہ الی اللہ متعلیٰ فوقہ فی نفسی الی لہا ذی جا فہانت عن ذلک فرجعت لہا ذی جا فقال یرایا

نکاح کے معاملے میں صرف ایک پابندی
ہو تو نکاح کے معاملے میں انتخاب کے مسئلے میں فقہ جعفریہ میں بڑی درست نظر سے
کام آیا گیا ہے۔ شیعوں کے نامہ بندیوں سے نکاح کرنے پر سخت پابندی لگا دی گئی ہے۔

۱۔ شروع کافی ۵: ۳۴۸: ۳۴۹ طبع پتھرائے

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یتزوج المؤمن الناصبۃ المرفقة بذات اللہ -

۲۔ مولانا عبداللہ علیہ السلام
قال له الفضيل انصرف الناصبة
قال لا۔

عبد اللہ بن سنان کہتا ہے میں نے ام
جعفرؓ سے پوچھا جو مرد کسی ہونے میں مشہور
ہو گیا وہ شیعیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے
حالانکہ شیعیہ عورت کے وارث و وارثہ
پر تادم میں اور مرد و عورت کا عہد
زما یا کوئی طہر مرد کسی عورت سے نکاح
نہیں کر سکتا اور نہ سنی مرد شیعیہ عورت سے نکاح
کر سکتا ہے اور اگر مرد سنی بھی شیعیہ عورت سے نکاح
نہیں کر سکتا۔

۳۔ فردع کافی ۵: ۲۵۰

۱۰۱۔ عن الفضیل بن یسار قال قال
ابا عبد اللہ عن نکاح الناصب
فقال لا والله ما یحل۔

۵۔ فیروز کاٹی ۵ : ۲۵۱

عمر بن عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی یا بہن کو نکاح کرے اور ان سے بچہ نہ ہو تو اس کا نکاح حلال ہے۔

٤- من لا يحضره الفقه ٣: ٢٥٨، باب النكاح

لا یضیع من کل جزء المسلم من کلمات
 و یضوح الباطن ولا یتذوق الباطن
 فافیما ولا یضوح عندنا فافیما
 هذا الکتاب من نصیب حدیث محمد
 علیه السلام فلا نصیب لغيره الا السلام
 فافیما حدیث محمد -
 لا یضیع من کل جزء المسلم من کلمات
 و یضوح الباطن ولا یتذوق الباطن
 فافیما ولا یضوح عندنا فافیما
 هذا الکتاب من نصیب حدیث محمد
 علیه السلام فلا نصیب لغيره الا السلام
 فافیما حدیث محمد -

۴. تہذیب الحکام ۲۰۳۱۷

مالی ایشیغ رحمہ اللہ دلا بخور نکاح | شیخ نے فرمایا کسی شیعہ مرد کا نکاح مسلمان عورت

الناصبۃ المظہرۃ لحدیثہ آل محمد
علیہ السلام یدل علی ذلک ما ثبت
من کونہ مولیٰ کمالہ جادلت علیہ
هذا موضع مشرھا واذا ثبت
کفرہم فلا یجوز هنا
نکاح مسلم ہے۔

۸۔ تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰۳

عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا
جعفر علیہ السلام عن المرأة العاقلة
حلل ان زوجھا۔ قال لا
الناصب کا فر۔

۹۔ تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰۳

عن ابی جعفر علیہ السلام قال
ذکر الناصب فقال لا ینکحہم ولا
تأکل ذبیحتہم ولا یسکن بھم۔

۱۰۔ الممحة الدمشقیہ ۵ : ۲۳۲ : ۲۵ : ۲۶ مسئلہ کفایت

فلما جعبت فی النکاح فلا یجوز
للمسلمۃ مطلقا التزویم بانکاحہ
دھو موضع دقائے ملاجوز الناصب
التزویم بالحنیۃ لانہ الناصب

مشہورۃ المسلمون فی ما انفصل الخ علی
ما روی فی اخبار اہل بیت علیہم
السلام و کذا لکس ای دھو
تذکرہ صحیح المسلمون بالناصبۃ مسلمہ
اولہ متعہ۔

۱۱۔ الممحة دمشقیہ ۵ : ۲۳۳

عن عبد اللہ بن یعقوب عن ابی عبد اللہ
علیہ السلام قال ما یالک ان تفصل عن
عناۃ النکاح و ینکحہم عن الطالیم
ما انفصل الخ و الجور من وذا صبت لنا
اہل البیت فھو بشہدہم فانک الله
تعالیٰ لم یخلو خلقا یخسر من
الکعب و انہ الناصب لنا اہل البیت
لا یجسرس حشہ۔

فردی کافی، کتاب الراسل و جامع عباسی اور درمختہ الجلیہ میں بھی فتاویٰ درج ہیں۔
ان تمام روایات اور فتاویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ مرد کا سنی عورت کیساتھ اور شیعہ عورت
کا سنی مرد کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ یہ کبھی طرح ہم کفر نہیں کر سکتے۔ یا درسی بدترین
مخلوق ہے۔ یہ فقہ جعفریہ کا اتفاق اور اجماعی مسئلہ ہے۔

ناصبی یعنی سنی کی پہچان

مندرجہ بالا ساری بحث میں میں گروہ کو نشانہ بنایا گیا ہے اس کو کبھی ناہنجی لفظ استعمال کیا

تھا ہے۔ اس لئے اس لفظ کے معنی کی تفسیر ضروری ہے۔ جو فقہ جعفریوں کی نظر سے ہے۔

۱۔ انوار الغمائم

وہ لفظ ہے فقواری ان مخالفینا بدعتوں کے
انہما کہ بعضوں نے علیاً وھذا زعمہ
باطل ہے و قد ردی عن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان علامہ و تفصیلہ علیہ۔
کہ ان پر کسی کو نفی نہیں دیا جاتا۔ اور ان سے کسی
کو مستحکم سمجھا جاسکے (خلافت میں)

۲۔ استبصار ۱ : ۱۰

عن الصادق علیہ السلام انه ليس
الناصب من ناصب من اهل البيت
ناذ لا تجد له لایقول انا البغض
محمداً و آل محمد و لكن الناصب من
نصب لک و هو یلزم انک

۳۔ حق الیقین صفحہ ۶۸۸ علامہ باقر مجلسی باری کرنا ہے۔

۴۔ ابن ادریس نے کتاب مسائل محمد بن علی بن عیسیٰ سے روایت کی
ہے۔ کہ لوگوں نے حضرت علی نقی کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم ناصبی کے جاننے اور
پہچاننے کے اس سے زیادہ محتاج ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین پر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو مقدم
جاننے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد رکھنے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا سو جو
پر شخص اعتقاد رکھتے وہ ناصبی ہے یا

باب ستر عورت

انسان کے جسم کے بعض حصوں کو ہر حال میں دوسروں سے مستور رکھنا بنیادی انسانی
اخلاق میں شامل ہے پھر تاکہ مذاہب عالم میں عبادت کے سلسلہ میں بھی جسم کے کچھ
حصوں کو پرستیدہ رکھنا ضروری ہے جسے فقہ اصطلاح میں ستر عورت کہتے ہیں
اس سلسلہ میں اسلام میں مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حدود و حدود ہیں
جن میں کافی پابندی اور تکلف کو دخل ہے۔

حکومت دقت کو بھی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے برہنگی، عسرہائی اور
بد حیاتی کو رد کرنے کے لئے احکامات نافذ کرنا پڑے ہیں گو کہ ناکافی ہی جیسی تاہم اگر مہر
کے بنائے ہوئے قانون میں بھی ایسی دفعات موجود ہیں۔ جنکی رو سے عسرہائی اور
فحاشی کو قابلِ مواخذہ کو مجہم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ کی رو سے ایسی
حرکات پر مواخذہ ممکن ہی نہیں۔

ستر کا یہ پابندی اخلاقی اور دینی ضرورت میں اور نہ صرف انسانی
کے عین مطابق بلکہ انسان ترقی معکوس کرتے ہوئے اس منزل پر نہ پہنچ گیا
یہ جہاں قانونوں سے مخالفت پیدا کرنے کیلئے وہ اپنے لئے نہ صرف باہمی برہنگی
کافی سمجھے بلکہ ناگئے کلب (Nude Club) تنظیم کر کے اسے تہذیب کی مروج
سمجھنے لگے۔ فقہ جعفریہ میں ستر عورت کے سلسلے میں آئی آسانیاں رکھ دی گئی ہیں کہ
مغربی تہذیب جہاں تک جی چاہے ترقی معکوس کرے وہاں تک نہیں پہنچ سکی اور سلسلہ
میں فقہ جعفریہ سے چند روایات پیشِ خدمت ہیں۔

باب الحدود

زنا کی حد

مفسر کے فلسفہ پر بحث کر سکتے ہیں۔ ہر مفسر نے اسی امر کی وضاحت کر سکتی ہیں کہ سزا کا مقصد کیا ہے۔ مثلاً جگہ اصلاح برتا ہے۔ پھر ہر اصلاح کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ غلطی سے بچنے کی اصلاح کرنی ہے۔ اور دوسرا اسے مناسبت رکھنا۔ دوم یہ کہ اگر جرم ایسا سنگین ہو کہ جرم کا وجود ہی سزا یا جرم ہی جائے تو معاشرے کو جرم کے وجود سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اہل جرم سے اسی جرم کے ارتداد کا ذریعہ بن جائے۔

شریعت اسلامی نے جرم کی درجہ بندی کی ہے۔ اول ایسے جرم جن کی سزا خود خالق تعالیٰ نے متعین کر دی ہے۔ ایسی سزا اولیٰ کو حدود کہتے ہیں۔ اور حد کی مقدار کی ہر سزا میں کمی بیشی یا ترمیم کی اجازت نہیں۔

دوم ایسے جرم جن کی سزا حکومت تعین کر سکتی ہے۔ ایسی سزا اولیٰ کو تعزیر کہتے ہیں۔ جہاں تک حدود کا تعلق ہے۔ شریعت اسلامی میں زنا کی سزا سنگسار کرنا یا ستودھ لگانا ہے۔ اور زنا کی سزا فقہ کاٹنا ہے۔ یہ سزا بھی کتاب اللہ میں بیان ہوئی ہے اور نبی کریم نے علما و فہم ایک مشائی معاشرہ میں جاری کیا۔ پھر خلافت راشدہ میں حضورؐ کے پیشین کردہ نمونے پر عمل ہوتا رہا۔ پھر جہاں کہیں بھی صحیح مسنون میں اسلامی حکومت رہی ان حدود کا پابندی ہوتی رہی۔

دررالن مظاہر فقہ جعفری کی محققہ میں جو دفعہ طرہ برسانے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حد کی محققہ کی ہر سزا کو تعزیر نہیں سمجھنا۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو حد کی کوئی حد نہیں رہے گی۔ اور حد بھی جاری نہ ہو سکے۔ جہاں جرم نہیں ہے وہاں حد بھی نہیں ہو سکتی۔ حد کی کوئی حد نہیں۔ اب ہم ان دونوں کی جو بوجہ یا خدوہ کی وضاحت کرتے

شریعت اسلامی میں زنا کی حد سنگسار کرنا یا ستودھ لگانا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علما یہ حد نافذ کر کے اس جرم کے گناہ سنگین کا احساں دلایا۔ اور معاشرہ کی اصلاح کی صورت بنادی۔ یعنی ایسے شخص کا وجود انسانیت کے چہرے پر لکھا گیا ہے۔ لہذا یہ زمین کی سطح پر متحرک مخلوق ہے بلکہ نہایت وقت سے زمین پر آباد ہے۔ دوسری صورت میں حرکت کرنا جو سر عام اس کے جسم پر پڑے گا۔ معاشرے کے اندر سے اسی جرم کے جسارت کا قطعاً متوجہ ہو جائیگا۔

فقہ جعفری میں اس سزا کو نہیں چھیڑا گیا۔ اس جرم کو جرم رہنے ہی نہیں دیا گیا۔ مثلاً

۱۔ باب النکاح میں فردن کافی ہے ۲۸۷ کے حوالے سے بیان ہے چنانچہ یہ کہ جب اولاد مقصود نہ ہو تو نکاح کیلئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے زنا کاروں کو اولاد سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ لہذا فقہ جعفری نے شخص دیدار کہ جہاں ایک پنچلہ ہوتا جنس مجھوک شانا چاہے آپس میں بجا رہے قبول کرے نکاح ہو گیا۔ اب کوئی نہیں جانتا کہ اگر یہ نکاح ہے تو زنا کیسے کہیں گے۔ جب کسی نسل پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا تو اس پر حد کیسے جاری کی جائیگی۔

۲۔ اسی باب میں نسخہ کافی ۲: ۱۹۸ سے ایک طائفہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک عرب عورت نے زنا کا ارتداد کیا اور امیر المؤمنین عمر فاروقؓ نے اس پر حد جاری کی۔ یعنی اسے سنگسار کر دیا۔ حکم دیا کہ فقہ جعفری کی تحقیق کے مطابق حضرت علیؓ

نے فرمایا یہ تو نکاح ہے۔ ظاہر ہے جس فعل کو عرف عام میں زنا کہا گیا اور جس فعل کا سزا شریعت اسلامیہ کے تحت خلیفہ راشدؓ نے سنگسار کرنا معتبر فرمایا۔ فقہ جعفریہ کے نزدیک نکاح ہے زنا نہیں۔

باب النکاح اور حسمرت مصاہرت کے باب میں پیش کردہ حوالہ جات روایات اور احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچتے کہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کی صورت میں زنا کی جسد کا نفاذ کیونکر ممکن ہوگا۔

۱۔ ترجمہ نہی بہ کسبہ اے اعرابی کہ میں راہ کہ تویی روی بہ ترکستان است

حدسرقہ

باب الحدود میں دوسری صورت جسکا ابھی ذکر کیا گیا یعنی کہ فقہ جعفریہ میں جہاں جرم کہ نہیں ہے پھر گناہ گار یا سزا کو ایسا پرکشش بنایا گیا کہ بس۔

۲۔ خود بخود زنجیر کی جانب کھینچا جاتا ہے دل

سرقہ کے جرم پر ذرا تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

قال الله تعالى والشارقة | الله تعالى كافرين ہے چوری کرنا
قافطعوا ايديهم ما جسد اعدائهم | مرد مود با عورت ان کے ہاتھ کاٹو یہ
نكالا من الدنيا | ان کے گناہ کی سزا ہے۔

اس آیت کے بھل ہونے میں شدید سنی سمجھتی ہیں۔ اجمال میں طرح کہتے ہیں۔ مثلاً وہاں ہاتھ کاٹا جائے یا بالوں۔ پھر وہ بھی کاٹا جائے کہاں سے کاٹا جائے کیونکہ ہاتھ کاٹنے کی قی نہیں ممکن ہے جس میں نہ سنی، مرقن، کھٹ یہ جو ہیں اور مفصل کہلاتے ہیں جہاں انگلیاں جا کر مفصل کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس کو مفصل نہیں بلکہ مشط کہتے ہیں۔

تین المقاتل صفحہ ۲۲۲ علامہ زبیدی

ان اليد خلات مفاطع خلا ذلك وهي | ہاتھ کاٹنے کی قی نہیں ہیں۔ رخ
ان الوصغ والمرفق والمنكب وكل | مرفق اور منكب ان سب کا احوال ہے
ينها يحتمل ان يكون مراد ذاك | مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان
الاحتمال بيان النبي صلى الله عليه وسلم | سے احتمال حیات آباد کہ معذور صلی اللہ
حمس امن امر يقطع اليد اليسرى | علیہ وسلم نے زند سے دایاں ہاتھ کاٹنے

من النفل فلهذا فصل النفل كما حكم ديا - فلهذا فصل النفل
من الرسم يعنى به كونه اقل رسغ به - ہي يقين ہے کہ کم کرنا
فیہ خلاف لان العقوبات لا تثبت فلا تریں سے کم سے کم فعل ہي ہے
بالنبوة ونبأ زاد على الرسم دو سر دن میں سب سے - اور
حشر ہمت فلا تثبت وانا كان مفعول عقوبات شہ سے ثابت نہیں ہوئیں -
النفذ مودا ایسیان النبى صلی اللہ جو رسغ سے نادر ہے وہ شہ میں ہے
علیہ وسلم

ابا یہ بات ثابت کرنا ہے - کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت
کا قول یا علی تغیر کیا فرمایا ہے - اور خلفائے اربعہ کے دامن میں اسی آیت پر کسی طرح عمل
برقرار ہے ای میں بھی قول و فعل رسول صلعم مقلد ہے - اور معیار حق ہے - اگر قول نبوی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کا قول یا کیا تو وہ قابل جہت نہیں ہو سکتا -
اگر کہیں اختلاف کا سراغ ملے تو اسکی سند ہی صورت یہی ہے کہ اول قرآن میں تطبیق
بیدار کی جائیگی - اگر نہ ہو تو تاویل کی جائے گی - اگر اسکی میں گنجائش نہیں تو قرآن رسول صلی اللہ
علیہ وسلم پر عمل ہوگا - قرآن میں اسی احوال کا تفصیل دی جاتی ہے -

۱- تفسیر کنز العرفان - ۲: ۳۸۸ شیخ مستدام

فان الآية مشتملة على حکام کلها آیت تمام احکام پر مشتمل ہے - مجمل طور پر
مجموعہ تفہیم الی مبارک البنی صلی اللہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان
علمہ و سنہر تقریر لہ تعالیٰ تبارک کہ محتاج ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ
لہ ص - قرآن لیسو - کو حکم دیا کہ قرآن کی وضاحت کریں -

۲- تفسیر مجمع البیان ۳: ۱۹۱

وقال العلماء ان هذه الآية جملة من العلماء ان هذه الآية جملة
رفی ایجاب القطع علی سائرہ - اسکی تفصیل سنت
میان دلالت ماخوذة من السنة سے اخذ ہے -

قطع ید کی مثالیں

سائرہ سے ثابت ہے کہ قطع ید کا طریقہ حضرت کی بعثت سے قبل رائج تھا - اور
اسلام سے سکریہ قرار رکھا -

۱- تفسیر قرطبی

اول من حکم بقطعه فی الجاہلیۃ اول من حکم بقطعه فی الجاہلیۃ
الولید بن الخیر فا حوالہ بقطعه الولید بن الخیر فا حوالہ بقطعه
فی الاسلام فكان اول من سارق قطعه فی الاسلام فكان اول من سارق قطعه
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی الاسلام من الرجال الخیار بن عبد فی الاسلام من الرجال الخیار بن عبد
بن زید بن عبد مناف ومن النساء من زید بن عبد مناف ومن النساء
مسودة بنت سفیان بن عبد الاسد مسودة بنت سفیان بن عبد الاسد
من بنی خزاعة قطع ابو بکر العجی من بنی خزاعة قطع ابو بکر العجی
الذی صدق الحدیث قطع عمر الذی صدق الحدیث قطع عمر
بن حمرہ الخی عبد الرحمن بن عمر بن حمرہ الخی عبد الرحمن بن عمر

زمانہ جاہلیت میں جس سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا وہ وہید بن مغیرہ تھا اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قطع ید کا حکم فرمایا - اسلام میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے خیابر بن عذری کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا - اور عورتوں میں مرہ بنت سفیان کا - حضرت ابو بکر نے عمر بن خطاب سے کہا کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا - اور حضرت عمر نے ابن مسعود کا ہاتھ کاٹا تھا -

لفظ علی پر ہر مَن سے ہے کُل فرق نہیں پڑتا۔ چرکہ (دید) کا لفظ انگریزوں کے پر روں سے کہ بغل تک کہیے بولا جاتا ہے۔ اور فرق یعنی کہنی تک بھی بولا جاتا ہے۔ اگر مَن“ مذکور ہوا تو معنی یہ ہر لگے کہ اس ہاتھ سے کاٹا جائے جو انگلیوں کے بغل تک ہے تو مراد اس مفصل تک کاٹنا ہر گز سے رخ کہتے ہیں۔

لفظ ”مَن“ حذف ہو تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کے مفصل رخ سے کاٹنا ثابت ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کا بھی یہی فعل ہے۔ اور تمام صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہے اور تمام صحابہؓ میں حضرت علیؑ بھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علیؑ بھی فذی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ اس پر پوری امانت کا اقرار ہے۔ جہاں ہمیں بھی اسلامی بقہ رائج رکھا ہے اس پر عمل کرتا رہا ہے۔ چنانچہ۔۔

۴۔ البدایہ والنہایۃ ۸۸: ۲

۱) اما الموضع الذی یقع من الید۔ ہر حال دایاں ہاتھ کاٹنے کی ایسی جگہ مفصل الذی عندہ جگہ مفصل زندہ ہے۔

عامتہ العلماء

۲) والیسم قولنا ہماروی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید السارق من مفصل الذی وہ کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بیاننا لمراد من الایۃ الشریفۃ کان نفس مصباتہ و تعالیٰ نا قطعوا یدہما

من مفصل الذی عندہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر اب تک اسی پر عمل ہے۔

۷۔ تبیین الحقائق ۲۲۲

۱) ولما ساروی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر لقطع ید السارق من الریح رخ سے کاٹنے کا حکم دیا۔

۲) ولان کل من قطع من الایۃ من الریح فصار جاعا فخلا فلا۔ بجز خلافت۔

۸۔ فتح الباری ۸۰: ۱۲

۱) وجاء عن علیؑ انہ قطع الید من الاصابع والرجل من مشط القدم اخذہ عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ وهو منقطع۔۔۔

۲) ورواہ فیہ لایسمی مقطوع الید ذلک ولا عرفا بل مقطوع الاصابع

۳) ولما افرعن علیؑ من مملک السارق قطع من طریق حبیبہ بن علی

حضرت علیؑ سے مذکور ہے کہ انہوں نے ہاتھ کا انگلیاں کاٹی تھیں اور پادشہ ابوری محمدؓ کو یہ روایت مقررہ اسناد ہے۔

بکھر یہ قول اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو کت یا عوف کے لحاظ سے مقررہ اصابع کہتے ہیں۔

اور حضرت علیؑ کا مفصل ہے ہاتھ کاٹنے کا بیان کیا ہے کہ آپ نے

ان علیاً تقطع من المفصل
واحد ابن ابی شیبہ من موطا
رجاء بن حیدرة ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم تقطع من المفصل
واحد رجاء بن الشیم فی کتاب حدیثہ
من وجہ آخر عن رجاء بن عری
حدثہ مثله من حدیث وکیع
عن سفیان عن ابی الزبیر عن جابر
حدثہ مثله قال کان یحیی یقطع من مفصل

۹۔ ضروری کافی کتاب الحدود ۷ : ۲۲۲

عن الجلی عن ابی عبد اللہ
علیہ السلام قال قلت له من این
یکب یقطع بنسب اصابع
وقال من ھھنا یعنی من
مفصل الکف۔

۱۰۔ تہذیب الاحکام ۱۰ : ۱۰۲
عن حماد عن الجلی عن ابی عبد اللہ
قال قلت له من این یجب القطع
بنسب اصابعه وقال من ھھنا
یعنی من مفصل الکف۔

چور کا ہاتھ مفصل نہ ہونے کا تھا اور ابن
ابی شیبہ نے رجاء بن حیات سے بیان
کیا کہ نبی کریمؐ نے چور کا ہاتھ مفصل
کے کاٹا تھا۔ اس طرح وکیع
سفیان سے وہ ابی زبیر سے وہ جابر
سے بیان کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ مفصل
کے کاٹا تھا۔

جلی بیان کرتا ہے۔ میں نے امام جعفر
سے پوچھا ہاتھ کہاں سے کاٹنا واجب
آپ نے انگلیاں کھول کر ہاتھ پھیلا دیا۔
فرمایا اس جگہ سے مراد ہاتھ کے چوڑے حصے
(اسی کو سننے کہتے ہیں)

حماد بھی جلی سے مندرجہ بالا روایت
بیان کرتا ہے۔

۱۱۔ تبصرہ

مفصل یا جڑ ہاتھ اور کلائی کے تقاطع اتصال کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہوا
چکا ہے کہ یہ کاٹا ملاط عربوں میں سیر انگشت سے نہ کر لیں بلکہ بھی ہوتا ہے اور
کہیں تک بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت صبر سے ظاہر ہے۔ اور کبھی سیر انگشت سے
نہ نہ تک کے لئے بولا جاتا ہے۔ نہ نہ تک ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ اس پر سبکی
اتفاق ہے۔ ہاں خوارزمی اس سے اختلاف کیا اور مفصل سے کاٹنا مراد لیا۔ انگلیوں
کو ہاتھ کوئی نہیں کہتا۔ انگلیوں کے مفصل بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

اگر ضروری کافی روایت میں مفصل سے مراد انگشت کا مفصل
ہوتا تو فقرہ تقطع من المفاصل الاصالع ہوتا۔ لہذا اس روایت سے مجھے
حضرت علیؓ کا نقل وہی ثابت ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کبریائی
اور حضرت عمرؓ کا نقل تھا۔ اور تمام صحابہؓ کا اسی پر اجماع ہے۔ اور اسلامی ممالک
میں جہاں کہیں فقہ اسلامی کا نفاذ ہوا مفصل نہ ہونے ہی کا ہاتھ کاٹا گیا۔ انگلیاں
کاٹنے کا کہیں بھی کوئی ثبوت نہیں ہوا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ :-
۱) حضرت علیؓ سے جو روایت انگلیاں کاٹنے کا ہے۔ وہ منقطع ہے۔ لہذا حضرت علیؓ
سے انگلیاں کاٹنا ثابت نہیں۔

۲) سنن ابی نعیم اور فتح الباری کی روایات ثابت کرتی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے مفصل
ہاتھ کاٹا تھا۔

۳) سنت اور عرف میں اس شخص کو مقفوع اليد (ہاتھ کاٹا) نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹیں
ہوئی ہوں اور قرآن نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

۴) صرف انگلیوں کو ہاتھ کہا کہے گا۔ جسکو سنت اور عرف سے میرا ہوا اور نبی کریمؐ

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مخالفت پر ادھار دکھائے بیٹھا ہر درندہ
بقائے ہوش و حواس کوئی شخص حرف انگلیوں کو نہ سمجھ نہیں کہتا۔

اگر حضرت علیؑ سے منقطع رہیں کہ قبول کیا جائے تو عقل و نقول و لغت و عرف
مجھ کی مخالفت لازم آئیگی۔ یعنی

۱) حضرت علیؑ کا قرآن کی مخالفت کرنا لازم آئیگا تمہارے ناقص حواس پر بھیجا
کہا ہے ناقص حواس بعد ہما نہیں کہا۔ پھر اصابع ملز نہ لینے کا قرینہ جزاۃ
ما کسبا، موجود ہے۔ لفظ کسبیت اس احتمال کو رد کرتا ہے۔ جو جعفریہ پر پدید آیا۔

۲) لغت عرب کے خلاف ہے۔

۳) عرف کے خلاف ہے۔ لغت و عرف میں اسکو مشطوع البصر نہیں کہتے جسکی انگلیاں
کئی ہوں ہوں بلکہ اسے مشطوع الاصابع کہتے ہیں۔

۴) فرمان اور نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔

۵) خلفائے راشدین کے عمل کے خلاف ہے۔ جمہور علمائے اسلام کے مخالف ہے۔

حضرت علیؑ کی طرف سے خالق مخلوق و دروز کی مخالفت ثابت کر کے
جعفریہ نہ جانے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کیا فیکہ جعفریہ کی یہ سبب زوری قرین علیؑ
کے مترادف نہیں؟

۶) ایسی محبت سے ہم باز آئے۔

قطع اصابع (انگلیاں کاٹنے)

کے حق میں

شیدہ دلائل کا جائزہ

۱) پہلی دلیل۔ خدیجۃ الزہراء علیہا السلام الکتائب با دید چشمہ والی قرآنی آیت
سے شیدہ استدلال کرتے ہیں کہ با دید چشمہ سے آیت میں مراد انگلیاں

میں نہ نہ تھ۔ کیونکہ کلمہ انگلیوں کا نام ہے۔ ہاتھ کا نام نہیں۔

جائزہ۔ کہنے کے کمال عمل کو مانتے رکھ کر اگر اس استدلال کو پرکھا جائے

تو شیدہ دعویٰ کی تسلی کمال ماتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱) کہنے کے لیے سب سے پہلے تم کو درمیانی انگلی (Middle Finger) پر ہمارا
دیکھ شہادت کی انگلی (Fore Finger) اور انگوٹھے سے بلا کر پکڑا جاتا ہے یعنی
تعلیم کا گزشتہ درسیں انگلی، شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کا مشترک نام ہے۔

۲) کہنے وقت سب سے پہلے چھنگلی (Little Finger) اور اس کے ساتھ والا ہاتھ
کا چھ، کاغذ پر دھکا جاتا ہے اور اس کے اوپر خود بخود لیٹر (Ring Finger)
اپنا مقام سنبھال لیتی ہے اس طرح چھنگلی، چھنگلی کے ساتھ والا ہاتھ کا چھ اور لیٹر

تینوں ہاتھوں پر تمہارے والی انگلیوں اور انگوٹھے کیلئے سترک پلیٹ نام کا نام دیتے ہیں۔

۳) اس طرح کہنے کا عمل وجود میں آتا ہے اور یہی کہنے کا نظریہ عمل ہے۔ کہنے وقت

تمہارے ہاتھ کے مطلوبہ حالت، تحفیت مجموعی رد پر عمل ہوتی ہے۔ انگوٹھے کو علیحدہ رکھ

اور جھنگلی کے ساتھ واسے اٹھ کے جسے کراہ میں نہ لاکر، صرف انگلیوں سے ہی اگر
لکھنے کی کوشش کی جائے تو تجربہ بڑی کوشش کے نمونہ تو بن سکتے ہیں مگر کھینے کا
نظری عمل دوسروں میں نہیں آسکتا۔

پس یہ ثابت ہوا کہ کھینا صرف چاند انگلیوں کا ہی نہیں بلکہ پورے ہاتھ کا کام ہے۔

۱۲۔ دوسری دلیل شیعہ دوسری دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا زمانہ ہے کہ وہ نماز کی جب سجدہ کرے تو سات اعضا پر کرے گا، اگر چارہ انگلیاں
کاٹ لی جائیں تو سجدہ پھر بھی راجح ہو گیا جاسکتا ہے۔ یوں سات اعضا کا حکم پورا
ہو جاتا ہے۔

حائزہ ۱۱، فرض کیا کہ ہاتھ کاٹنے سے واقعی سجدہ کے وقت ایک عضو

کی کمی واقع ہو گئی۔ اور یوں نماز ناقص اور باطل ہو گئی۔ مگر جناب یہ تو بعد کی
بات ہے نماز کیلئے دھندلے ہوئے ہیں۔ اگر چارہ انگلیاں کٹ گئیں تو درحقیقت ایک
فرض ہی رہ جائیگا۔ لہذا دوسری ناقص ہے پھر سے گا۔ جب دھندلے نہ ہوا تو نماز
کہاں اور نگر مسجد کی کیا ضرورت۔ اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ نقداً ان اعضاء
سے دھند کا سناقتہ فرض مانتے ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہی دلیل سجدہ سے
جتنے ایک عضو کے کم ہونے سے سجدہ کے کو ناقص نہ ہے اور یا پھر انگلیاں کاٹنا
بھی سرفروغ کر رہا۔ کیونکہ نماز دوسرے سے پہلے دھند کی عذر کرنی چاہیے۔

۱۳۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ ایک شخص نے جمعہ کے دن کے دوران
کسی تیز دھند ہتھیار سے دوسرے شخص کا بازو کاٹ ڈالا۔ اب قصاص میں پہلے شخص کا
بازو بھی کاٹ دیا گیا۔ اب ہر دو اشخاص مسجد سے کیلئے ساتواں عضو کہاں سے لائیں
گئے۔ کیا اس صورت میں بیعتہ جعفریہ ان کے بیٹے نماز کی معافی کا منتوی دیں گی؟

اسی طرح اس مشنی دور میں روزمرہ حادثات میں جو لوگ ہاتھ یا بازو سے محروم
ہو جاتے ہیں۔ ان کا کیا بنے گا۔ مجھے تو اس شخص کی حالت پر رحم آتا ہے۔ جسے ہڈی صرف
ایک ہاتھ یا بازو سے رہتا ہے۔ اسکی عبارت کا کیا بنے گا؟

(۳) جعفریہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں اسے بھی
زیادہ غصیب صورت کا ذکر کیا ہے۔

فعلوان رجل قطع يده اليمنى في
قصاصه فسد قطع يده رجل اليقطين منه
ام لا فقال الناصي ترك في حق الله
تعالى عنه رجل فاما في حقوق
الناس فيقتص منه في الازاله
جميعها۔

تجھے اب مسجد کا کیا بنے گا اب تو سات میں سے صرف بائیں اعضا رہ گئے ہیں۔
کے۔ کچھ علاج اس کا بھی آچارہ گراں ہے کہ نہیں

۳۔ تیسری دلیل شیعہ قطع اصابع کیلئے تیسری دلیل حضرت علیؑ سے
لائے ہیں۔ تہذیب الاحکام ۱۰، ۱۲ پر روایت درج ہے کہ حضرت علیؑ
کے پاس پانچ مردوں کا ایک گروہ لایا گیا

قطع ايدهم من نصف
الكتف وتلك الاجهام

حائزہ
۱۱ بات کچھ آگے بڑھنے لگی ہے مگر رٹنے نہ پائے تھے مرکز قمار پر گئے

والا معاذ ان پڑا ہے۔ ۱۱ روایت کا پہلا راوی سہیل بن زیاد - دوسرا سلیمان بن ابراہیم اور تیسرا محمد بن مسلم ہے۔ محمد بن مسلم کے متعلق رجال کشی صفحہ ۱۱۳ والی روایت حمزہ چلکی ہے۔ جب میں امام جعفر نے کہا "تو محمد بن مسلم پر خدا لعنت کرے وہ کہتا ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے خدا اسے نہیں جانتا"۔ جو کہ یہ صاحب اللہ کو جاہل ماننے کا ذریعہ ہے۔ اس کی کافر جھڑپ ہے۔ پھر امام جعفر نے بھی اسے ملعون کے خطاب سے نوازا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق اتنی جرات کر سکتا ہے اسے حضرت علیؓ پر اتنا آگ کانے سے کون روک سکتا ہے۔

(۲) روایت کا دوسرا راوی سہیل بن زیاد ہے۔ اس کی کثرت اور سید ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کتاب رجال با مقالی میں لکھا ہے۔

کان ضعیفا حذیفہ سدا السواریۃ | اس کی روایت نہایت ضعیف ہے
والدین۔ | بلکہ اس کی روایت بھی نامدار و مشکوٰۃ میں بھی

ناسد۔

پھر فرمایا اسی کہ شیعہ عالم محمد بن یحییٰ نے قم شہر سے جبلا وطن کو دیا تھا اور دیکھیے انھیں عین السماع منہ | لوگوں کو اس سے احادیث سننے سے منع کر دیا
والروایۃ عنہ یصرح | کیونکہ یہ رسول حدیث بیان کرتا ہے اور محمد بن
المراسل و یثبتہ المجاہیل | حدیث پر اعتماد کرتا ہے۔

اور ابو محمد الفضل شیعہ عالم ابو عسیبیؒ نے محمد کہتے تھے کہ وہ احمق ہے۔

(۳) روایت کا تیسرا راوی محمد بن سلیمان بن ابراہیم ہے۔
یہ حدیث بالغلو و اقوال ان | اس کا معنی شیعہ مہربانی اس کے ضعیف
مقتضی نقل و حدیث ضعیفہ | ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل - شیعہ کا چوتھی دلیل یہ ہے کہ رقیع اصابع آئین سے منقول ہے

جائزہ

یہاں صرف دو دلچسپ ترین قائل غور میں۔

(۱) آئینہ اس کے ثبوت میں قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم نقل نہیں کیا۔
(۲) آئینہ سے روایت کرنے والے خود آئینہ ہی کے قول کے مطابق مسعودی - ہمدانی سے بھی برسے اور قاضی عسکریؒ سے بھی بدتر ہیں۔ اس پر آئینہ کی بات مانیں یا ان کے راویوں کی۔

ج۔ کچھ تو تندرہ نواز کیسے گا۔

حالیہ (۱)

وہ کمالیہ ان کے (۲)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۳)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۴)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۵)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۶)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۷)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۸)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۹)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۱۰)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۱۱)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۱۲)

المنہجہ فیہما انما یستعمل فیہما (۱۳)

باب الزکوة

زکوة کی قرینیت ۱۔ اللہ تعالیٰ نے زکوة کو بھی مسلمانوں پر اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز اور روزے کو فرض کیا ہے یہ اسلام کا جوہر ہے۔ اس سے مسلمانوں میں اتیار اور قربانی کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ زکوة کی قرینیت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ وانہ الزکوة۔ زکوة ادا کرو (یعنی مطلق حکم ہے) (۲) وانی اموالہم حق معلوم للسائل۔ ان کے مالوں میں سے سائل اور محسوس کے لئے حق معلوم ہے۔

(۳) والذین یکمنون الذہب والفضہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ۔ جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (اس آیت میں زکوة دالوں کیلئے شدید وعید ہے)

(۴) خذ من اموالہم صدقات تطہرہم۔ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے اور اس سے انہیں پاک فرما۔

(۵) یا ایہا الذین امنوا انفقوا منہ۔ اے ایمان والو جو پاک مال تم نے کمایا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کر دو۔

حدیث۔ حدیث میں اسلام کے پانچ اجزاء بیان ہوئے ہیں۔ یعنی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، نماز، زکوة، صدقہ اور حج۔ کسی ایک جہت کا انکار پورا ہے۔

کا انکار ہے۔ زکوة سے انکار گویا خمس شہادت سے انکار ہے۔ اسی سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منکرین زکوة کے خلاف جہاد کیا۔

لیکن فقہ جعفریہ نے اپنے زیر اصول دو انکار نہیں لیکن انکار کی ضرورت کے مطابق زکوة سے انکار نہ کرتے ہوئے زکوة کے لئے کچھ شرائط رکھ دی ہیں۔ تاکہ سندھ میں اور بعد میں ضرورت کا ادا ہو۔

فقہ جعفریہ

۱۔ زکوة کیلئے شرائط

(۱) کرہی فوٹوں پر زکوة نہیں۔

(۲) سونے اور چاندی پر زکوة نہیں۔ ان سونے چاندی کے سکے (یعنی روپیہ اور اشرفی) تاکہ اس پر سرکاری ہر لگائی جلتے گرا پر زکوة ہوگی۔

تبصرہ۔ اس وقت پوری دنیا میں ہر جگہ مال و دولت سے مراد یا تو کرنسی نوٹ ہیں یا سونا چاندی، چاہے یہ سونا چاندی نہ لبررات کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ سونے چاندی کے سکے تو آج کی دنیا میں کہیں درج نہیں۔

غور کیجئے کہ کس طرح فقہ جعفریہ نے زکوة کا انکار نہ کرتے ہوئے زکوة سے بچنے کیلئے راہ تلاش لی۔ نہ کرنسی سونے چاندی کی ہو اور نہ ہی جعفریہ زکوة دیں۔ اسی طرح کرنسی نوٹ بھی بچ گئے اور سونا، چاندی بھی۔ سبحان اللہ۔

فقہ جعفریہ کا ان شرائط کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیات پر عمل کس حد تک ممکن ہے۔ آئیے ان آیات پر علحدہ علحدہ بحث کریں۔

یہ بھی نصاب کی شرط لگا دی ہے جو کہ ۸۴۷ کلوگرام ہے یہ شرائط
بھی قرآن کے احکام کے مطابق نہیں۔ قرآن کی مذہبہ بالا آیات سے ظاہر ہے
کہ مہما اخو حبنا کسمہ صولہ الارضین مطلق ہے اور دائرہ لوم حصار
بھی مطلق حکم ہے۔ ارباب دانش کے لیے غور کا مقام ہے کہ یہ تخصیص اور
یہ شرائط کیسے زراعت دوزی، بھٹل اور سنگدلی کی طرف راہنمائی تو نہیں کرتیں۔

۷۔ مانورہ مالہ جعفریہ اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو بھی دیتے ہیں۔

واقیم الصلوٰۃ والواصلۃ دار کعبہ مع الرکعتین
نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع نہ پڑھو کیسا حد ذکر کرو۔
(جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو)

پرائیویٹ لا

شخصی زندگی کو پاکیزہ اور پرکشش بنانے کیلئے

فقہ جعفریہ کی تعلیمات

جمہا ہر قدر پانی سے بھرا ہر قدر اسی مقدار کے پانی کو کسی قسم کی گندگی پلیدہ نہیں کر سکتی
یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس لئے فقہ حنفیہ کا معیار بھی درج کیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی
میں اس معاملے میں خردت اور ظہارت دونوں کے پیش نظر خاصی سختی سے کام لیا گیا ہے
فقہ حنفی کے مطابق اگر کسی کو پیش میں ۱۰ اقدح x ۱۰ اقدح (۵ اقدح x ۵ اقدح) پانی
بھرا ہر قدر پاک ہوتا ہے۔ فقہ جعفریہ نے آسمانیوں کے باب میں مزید اضافہ کر کے
دیا مگر ظہارت کے باب میں گھٹا کر دیا یعنی ۲۰ رخی کعب (۲ اقدح x ۲ اقدح)
پانی کو کسی قسم کی غلاظت ناپاک نہیں کر سکتی۔
پانی کے پاک ہر نیک معیار تو معلوم ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فقہ جعفریہ
میں پانی کے جس معیار کا کیا معیار مقدمہ کیا گیا ہے۔

جہارت و لطافت انسان کا امتیازی وصف ہے۔ میل اور گندگاہ سے اسے طبعی نفرت ہوتی ہے جہارت کا واحد ذریعہ پانی ہے۔ پانی بے شک دوسری چیزوں کو پاک و صاف کرتا ہے مگر اس کا آک کے بیٹے خود اس کا طہیر ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ہر فرقہ کے سائل کی ابتداء جہارت کے باب سے ہوتی ہے بقول جعفریہ میں پانی کے طہیر ہونے کا جرمیہ مقرر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ فروغ کانی ۲، ۳ طبع تہران

۱۔ کروں ۱۶۵۱۶ بیع ہرے
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
اذا كان المأذون في الركعة كراة ثم تجلس
ثم قلت كراة كراة؟ قال ثلاث
اشبار ونصف عمقها في ثلاث
اشبار ونصف عرضها -
اما جعفر بن روات ہے کہ کسی کمرے
میں پانی ایک کراہ ہوئے کوڑتے بخش
نہیں کر سکتی۔ عرض کیا کمرے کی مقدار کیا ہے
فرمایا تین بالشت اور تین کا نصف
گہرائی۔ اور نصف چوڑائی۔

٣- من لا يحضره الفقيه طبع طهران ٤ : ١

۱۰ اشارہ کیا کہ وہ فلاسفہ اشارہ طوطا "تتر" وہ مقدار پانی کی ہے جس کی
 مہائی چوڑائی اور گہرائی ہر ایک تین
 بالشت پر (یعنی تین بالشت مکعب
 اشارہ۔

یا مہر کج

مطلب یہ ہے کہ اگر ایک گڑھا ۲۷ انچ لمبا ۲۷ انچ چوڑا اور ۲۷ انچ

- 2 -

استقرار ۲۲:۱۱

قال (ای راوی) سالتك عن باكر
ما يقع فيها زنبيل من عذرة
بالية او درطبة او زنبيل
سوقين الصلح الوضوء
منها - فقال لا بأس به -

— 2 —

استیعاب ۱۲۲

مسئلہ البر عبد اللہ علیہ السلام عن
البر یقع فیہا نہ نبیل غدرۃ یا البسۃ
ادہ رطبۃ فقال لا جا صحت اذا کان
فیہا ماء کشمیر۔

کثیر کا مقدار ایک "کر" ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے جسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی اور وہ ۲۷ کعبہ رنج ہے۔

۵۔ منہ لا یخضر الا الفقیہ ۷۱

وہ جو مسنونہ میں سال میں بار بار دہرے ہو کر ایک پیشاب و میلز اب مائع یا خلتا ثم اصالیج سے بھرا ہوا ہے۔ دہرے پانی سے۔ دہرے خرباشے منہ نہ کر کے نہ جاسے۔
ہر جا تو کوئی حرج نہیں۔ کچرا پاک ہے۔

۶۔ منہ لا یخضر الا الفقیہ ۷۱

تاکہ صادق علیہ السلام فی الامم الذکر امام جعفرؑ فرمایا جس پانی میں جانور پیشاب قبول فیہ الدواب و تلغ فیہ الکلاب کئی۔ کئے اس سے پتے ہیں، جینی اس میں غسل و یغسل فیہ الجنہ منہ اذا کالہ قلہ سرے اگر وہ پانی ایک "کر" کی مقدار میں ہے "کر" لہم یجسہ شحہ۔
تو کوئی چیز اسے پرہیز نہیں کر سکتی۔

یعنی ایک کرٹھ میں ۲۷ کعبہ رنج پانی ہے تو اس میں مذکورہ بالا سارے عمل ہوتے ہیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہو سکتا۔

۷۔ تہذیب الاحکام ۱۱۱ ۱۱۲ ابو بصیرہ کو کہتا ہے۔

قلت للابی عبد اللہ علیہ السلام میں نے امام جعفرؑ سے پوچھا کہ اگر کوئی مفر اذا نسا غرضہا بینہا بالعدس کرے میں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی بیعت منہ المسطر یكون الى جانیب کے پاس کوئی بھڑا سا جو ہڑ پاتے ہیں جس القدیۃ فیکون فیہ عذرة میں بارش کا پانی ہوتا ہے اس میں پاخانہ قبول فیہ البیان و یتبول بھی ہوتا ہے۔ بچے اس میں پیشاب بھی کرتے

الدواب و ترش فقال ان عذرتے ہیں۔ جانور پیشاب اور گرہ کرتے فی قلبہ منہ شحہ فقد حکمنا میں تو فرمایا اگر ترے دل میں خلش یعنی اخراج الماء بیدلہ ثم قضا ہو۔ تو اس سے پانی نکال اور وضو خاتم اللہ علیہ لیس۔ کرے۔ دین میں تو آسانی ہے۔

۸۔ تہذیب الاحکام ۱۱۱ ۱۱۲

عن زرارۃ قال قلت للابی عبد اللہ زرارہ کہتا ہے۔ میں نے امام جعفرؑ السلام سے پوچھا جس کھڑے میں حرم خون دم اور حرم قال و انظر الى حیۃ یا شراب بڑھ جائے اس کا حکم ہے۔ دھندلہ الخ نیز فی خالک کلمۃ فرمایا خون، شراب، مردار اور خنزیر واحد دینر عم منہ عشر و نصف دینر کے گوشت سب ایک ہی حکم ہے۔ کراس سے ۲۰ ڈول پانی نکال دیا جائے۔

مذہبہ بالا اقتباسات میں قدر مشترک پانی کا کثیر ہونا یعنی ایک کتبے اتنے حجم کے پانی میں پیشاب۔ جو بر غرضیکہ کسی قسم کا گندگی بھی کمزور نہ ڈالی جائے تب بھی وہ نفیہ جعفریہ کے مطابق ناپاک نہ کہلائے گا۔ نفیہ جعفریہ کے آخری اقتباس میں آپؑ نے بلا حلف فرمایا کہ اگر حرم خون۔ شراب۔ خنزیر کا گوشت کمزور میں بڑھ جائے تو صرف ۲۰ ڈول پانی نکالنے سے کھڑے پانی پاک ہو جائیگا۔
ج۔ اے داتے ہمارے اگر ای امت ہمارے

۹۔ منہ لا یخضر الا الفقیہ

و مثل الصادق علیہ السلام امام جعفرؑ سے پوچھا گیا کہ خنزیر کے عن جلد الخ نیز یہ کچھل کر لو۔ چمڑے کا ڈول بنا کر اس سے کھڑے سے پانی

يستقي به الماء فقال
لا بأس به
ولا بأس به بان يستقي الماء
يجل اتخذ من شعر الخنزير

نکالا جائز تو اسکا کیا حکم ہے۔ فرمایا
کوئی حرج نہیں اور اس میں بھی کوئی
حرج نہیں کہ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر
اسکے ذریعے کھڑکی سے پانی نکالا جائے۔

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۹: ۱

رسالة الصادقة عليه السلام
عن حماد الميثلي يجعل فيه اللبن والتمر
والسمون ما تزيينه فقال لا بأس
بان يجعل فيه ما شئت من ماء
اولين او منهن وتروضا منه و
تشریب۔

۱۔ امام جعفر سے پہنچا گیا کہ مردہ جانور کے
(مردارہ جانور کے) خنک چمڑے کے برتن
میں دودھ، پانی، گھی ڈالنا کیسا ہے۔
فرمایا کہ حرج نہیں جو می چاہے ڈال پھر
اس پانی سے دھو کر لے۔ پانی لے کر کوئی
حرج نہیں۔

کتاب الوضوء

عبادت کے معاملے میں طہارت کی بنیادی غرض وضو کرنا ہے اور وضو آنا
مزدوری ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو اس کا قائم مقام شہم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں
فقہ جعفریہ کی ہدایات یہ ہیں۔

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۸: ۱

ولا یجوز الوضوء بسوء البیہود
والنصرانی وولد الذم المشرک
وکل من خالف الاسلام واشد الخ
شیر الذاصب۔

۱۔ یہودی، نصرانی، ولد النرنا مشرک
اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے پانی
دھو کر من خالف الاسلام و اشد الخ
شیر الذاصب۔

۲۔ فروع کافی ۲۰: ۳

اذ بليت وتمسحت فامسح
ذکرک لبدیقک خان وجبت
شیئا فقل هذا من
خالک۔

جب تو نے پیشاب کیا اور عضو مخصوص
کو جھاڑ دیا تو استنجا کرنے کیلئے اپنا لٹاڑ
دین استعمال کر۔ اگر اس عمل کے بعد کچھ
پیشاب کے قطرے کا احساس ہو تو کہہ دے
کہ یہ اس وجہ سے ہے۔

اس کا فطری طریقہ تو یہی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ سے لعاب دھو بیٹھ کر عضو مخصوص
پر لٹکا جائے۔

۳۔ استبصار ۲۶: ۱

عن ابی عبد الله عليه السلام

امام جعفر سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا

۵۔ حجاج

ہیلہ کے لہا لہا
انعام و عفو

فمن الرجل يقول قال مشهور
 خلا ثمان سال حتى
 يبلغ الساق فلا يزال -
 گیا جو پیشاب کرے۔ فرمایا تین بار پھر
 کہ چھٹا کرے۔ پھر اگر پیشاب پہلے لگے
 حتیٰ کہ پیدلی تک چلا جائے تو پردہ نہ کرے۔
 (طہارت میں فرق نہیں آئیگا)

۳۔ استبصار ۱: ۲۴

مسألة كم يجزي من
 الماء في الامتناع من البول
 قال مثلاً ما على الخشفة -
 راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا
 پیشاب کے بعد امتناع کرنے کیلئے کتنا پانی
 درکار ہے۔ فرمایا عمر پر جتنی قوی ہے
 اتنا پانی کافی ہے۔

کتاب الصلوة

تأثر - نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ ان تمام عقیدوں کا تار و کرکٹ ہے۔ جن پر ۳۲ سے
 نفس کی پاکیزگی۔ روح کا ترقی۔ اخلاق کی درستی اور عمل کی اصلاح موقوف ہے۔ کیسوی
 شروع و ختم بلاشبہ نماز کی روح پرورد اب نیک جہیز میں نماز کا حشر لا حظ فرمائیے۔

۱۔ استبصار ۱: ۴۵ طبع لکھنؤ

مسألة ما يبرئ من عمار کہا ہے۔ میں نے امام جعفر
 سے پوچھا کہ اس آدمی کے متعلق کیا حکم ہے
 جو نماز میں اپنے عضو مخفوف سے کھیلتا رہے
 فرمایا کوئی حشر نہ نہیں۔

عن معاذ بن عبد الله قال
 سألت أبا عبد الله عليه السلام
 عن الرجل يلعب جذ كرسه
 في الصلوة قال لا بأس به

۲۔ فروع کافی ۳: ۳۴۷

عن أبي جعفر عليه السلام
 في الرجل يجد من بعد ما يرفع
 دله من السجدة الأخيرة قبل
 أن ينهض قال ينصرف ويتوضأ
 فإن شاء رجع إلى المسجد وإن
 شاء فف بئيه فإن شاء حيث شاء ولقد
 فیتشهد شہد سیلم۔

امام باقر سے پوچھا گیا۔ ایک شخص آخری
 رکعت میں آخری سجدہ کے بعد تشریف سے پہلے
 یہ دھڑ بول گیا وہ کیا کرے۔ فرمایا جانتے
 وضو کرے پھر سجدہ میں آجائے یا گھر چلا جائے
 جہاں جی چاہے چلا جائے وہاں بیٹھ کر
 تہجد پڑھے۔ پھر سلام پھیرے نماز ہوگئی۔

۳۔ فروع کافی ۳: ۳۷۸

مسألة أبا عبد الله عن الرجل
 أم قوم وهو على غير طهر فا
 علمهم بعد ما صلوا
 فقال لا يجد جهود ولا يجحدون

میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ ایک آدمی
 نے لوگوں کو کربہ وضو نماز پڑھائی۔
 نماز سے فارغ ہو کر کہہ نہیں سکا۔ امام نے فرمایا
 امام تو نماز پڑھائے۔ مگر مقتدر لوگ نماز پڑھ گئے۔

نماز جنازہ کی دعائیں

۳۔ حنیئ اور سر دھنیئے

۱۱۔ لمعد مشقیہ از جمال الدین کی شہید اول

منافق سے مراد مذہب شیعہ کا ہر مخالف
 ہے اس کے جنازہ میں پڑھنی بکریہ بدر
 اسی پر لعنت کی جائے۔

والمنافق وهو هذا الخالف مطلقاً
 يقتضي في الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم
 تكبيراً وتلحيزاً بحقه الداعي

(۲) فردغ کافی ۳ : ۱۸۹

اللہم العن فلانا عبدک
الفی لحنۃ مؤلفۃ غیب
مختلفۃ اللہم اخذ عبدک
فی عبادک و بلادک و اصلہ
حسدنا و ذلک شاکر عذابک
اللہم اے فلا نالا تعلم
عنه الا انہ عبدک و لیس سواک
اللہم فاحش قبیح ذلک و احش
جوفہ فاراد عجیل ذلک الی النار
ناذک کان یقول اعذابک
اللہم اپنے اس بندے پر ہزار لعنت کر
وہ بھی یکشت۔ اے اللہ اس بندے کہ
تمام بندوں اور ملکوں میں ذلیل کرے بے عزت
ہوئی آگ میں داخل کر اور اسے اپنا شدید
ترن عذاب حکما۔

(۳) پایہ دعا پر ہے فردغ کافی ۳ : ۱۸۹

اللہم اے فلا نالا تعلم
عنه الا انہ عبدک و لیس سواک
اللہم فاحش قبیح ذلک و احش
جوفہ فاراد عجیل ذلک الی النار
ناذک کان یقول اعذابک
اللہم اپنے اس بندے کے متعلق ہم زیادہ تر نہیں
جانتے آنا جانتے ہیں کہ تیرا اور تیرے رسول
کا دشمن ہے اس کی قبر کو اسی کے پیش کو آگ سے
بھروسہ اور اسے جلدی آگ میں داخل کر کر کہ
یہ تیرے دشمنوں کو درست رکھتا تھا۔

عسل میت کی وجہ

(۴) من لا یحضرہ الفقیہ ۱۱ : ۸۴

مسئل الصادق علیہ السلام
لا ی علی عسل المیت قال یخرج
ہنہ النطقۃ الی خلوۃ منها تخرج
من عینیہ او من فیہ
اللہم جعفر سے پوچھا گیا میت کو غسل
دینے کی علت کیا ہے فرمایا میت سے
میں کا وہ نطقہ نکلتا ہے جس سے وہ پیدا
ہوا۔ اسکی آنکھوں یا اسکے منہ سے نکلتا ہے۔

کتاب الاطعمہ

حلال و حرام کے متعلق مسائل

فردغ کافی ۱۴ : ۲۲۴

سالاد عن اکل لحرم الحسد
الاہلیہ قال فہی رسول اللہ
عنہا اکھا لرم خیابا و انما فہی
عن اکھا فہ ذلک الوقت
لا ذہا کانت حمولۃ للنا من و
انما الحرام ما حرم اللہ عزوجل فی
الفہات
اللہم اپنے اکل لحرم الحسد
الاہلیہ قال فہی رسول اللہ
عنہا اکھا لرم خیابا و انما فہی
عن اکھا فہ ذلک الوقت
لا ذہا کانت حمولۃ للنا من و
انما الحرام ما حرم اللہ عزوجل فی
الفہات
اللہم اپنے اس بندے کے متعلق ہم زیادہ تر نہیں
جانتے آنا جانتے ہیں کہ تیرا اور تیرے رسول
کا دشمن ہے اس کی قبر کو اسی کے پیش کو آگ سے
بھروسہ اور اسے جلدی آگ میں داخل کر کر کہ
یہ تیرے دشمنوں کو درست رکھتا تھا۔

(۲) فردغ کافی

اللہم اے فلا نالا تعلم
عنه الا انہ عبدک و لیس سواک
اللہم فاحش قبیح ذلک و احش
جوفہ فاراد عجیل ذلک الی النار
ناذک کان یقول اعذابک
اللہم اپنے اس بندے کے متعلق ہم زیادہ تر نہیں
جانتے آنا جانتے ہیں کہ تیرا اور تیرے رسول
کا دشمن ہے اس کی قبر کو اسی کے پیش کو آگ سے
بھروسہ اور اسے جلدی آگ میں داخل کر کر کہ
یہ تیرے دشمنوں کو درست رکھتا تھا۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ۲ : ۲۱۳

مسئل الصادق علیہ السلام
لا ی علی عسل المیت قال یخرج
ہنہ النطقۃ الی خلوۃ منها تخرج
من عینیہ او من فیہ
اللہم جعفر سے پوچھا گیا میت کو غسل
دینے کی علت کیا ہے فرمایا میت سے
میں کا وہ نطقہ نکلتا ہے جس سے وہ پیدا
ہوا۔ اسکی آنکھوں یا اسکے منہ سے نکلتا ہے۔

الانسیۃ فقال حلال و لکن
الناس یخافونہا و انہا ذمی
رسول اللہ ﷺ انک لحوہ الخیر
الانسیۃ یخیر لک لکن یخیر
و کانت ذالیہ
ذمی کسواہۃ لا ذمی
تحریر۔

حلال ہے۔ لیکن لوگ یہ نہیں ناک چڑھاتے
ہیں ورنہ ان کے حلال ہونے میں شبہ نہیں
حضرت نے خبیثہ کے دن بالترکہ سے کاکوش
گھٹنے سے جو منہ فرمایا تو وہ اسی درجہ تھا
کہ کہیں سواری کے جانور خستہ نہ ہو جائیں اور
منہ نہ لٹکے بلکہ کراہت کے تھا عظیم کے طور
پر نہ تھا (یعنی مکروہ ہے حرام نہیں)۔

قال لیسین مینہما مایراد فی ذہانت
شاعت تمتعت مرتۃ اخریٰ حلال
حکمہما الی یوم القیامۃ انہی شاعت
من عشرینۃ ما بقیت فی الدنیا کل ذالیہ
حلالہما علی حدود الذلۃ۔

مسئل متعہ مرتبہ ہیں۔ (امانے) فرمایا
ان کے درمیان کوئی میثاق نہ ہوگا۔ پھر عورت
چاہے تو دوسرے مرتعہ مرتبہ کرے یہ متعہ دوسرا
یکم قیامت تک حلال ہے۔ اگر عورت چاہے تو
ساتھ دوسرا متعہ کرے۔ چاہے تو بیس مرتبہ
کے کرے جب تک دنیا ناک ہے سات یا بیس
سے ایک عورت کا متعہ کرنا اللہ کا مقرر کردہ
حدود کے مطابق حلال ہے۔

ایک اور مشہور عالم علامہ ذواللہ شرمسری المعروف بہ شہید ثانی نے اسکا ذکر
ایک اور افراز سے کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ تحفہ نیر المسلمین صفحہ ۳۰۲ بحوالہ مصائب النواصیب

واعباتا معاقلان فسیلہ الخ اصحابنا
عن النبیؐ جو ذوالان یجتمع السرحبال
المتحدہ دن لیلۃ واحدۃ منہ اہل
سراعت کا شے صحت ذواتہ الاقلۃ
اہل۔ خفا خانہ فی بعضہ توبہ
ہذا الذی لانہ الاصحاب قد
خصوا ذالک بالانسیۃ لا
بما یحرمہ بالانسیۃ
غیرہا من ذواتہ الاقارب۔

نواں اعتراض جو مترقی نے کیا ہے کہ
ہمارے شیعوں کا طرف صریحاً کہ انہوں نے
بہت سے مردوں کا ایک عورت سے یکبار
میں متعہ کرنا جائز کہا ہے۔ خواہ اسی عورت
کو جن میں آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ تو اس سے میں متبرقی
نے بعض متردین (جو شیعہ متدربہ میں لگتے ہیں) کیا
کہ ہے کہ اصحاب شیعہ نے متعہ دوسری عورت کیا تو
خفتن کیا ہے جسے جن نے آتا ہو۔ یہ عمل عام نہیں کہ ہر
عورت کیا تو کیا جائے یا وہ اسے نہ یا غیر اسے۔

متعہ دوریہ

باب النکاح میں آپ متعہ کے متعلق فقہ جعفریہ کے فتوے کا ملاحظہ فرما
چکے ہیں۔ اس باب میں ایک حدیث رسول اکرم ﷺ سے منسوب کر کے
جعفریہ نے متعہ کو عظیم عبادت بنا کر رکھ رکھا ہے۔ اس عبادت کا ایک خاص
صورت اور بھی ہے جس کو باجماعت عبادت بھی کہہ سکتے ہیں۔ بلا تاخر مجلس نے
اصول کافی کا شرح مراۃ العقول میں اس مسئلہ کا ایک خاص صورت پیش کر کے
امام شریعی نقل کیا ہے۔

۱۔ مراۃ العقول ۲۰۶:۲۲

واما ما ذکرہ فی النہ السیئۃ اور ہر حال جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق
یقولون المرأۃ الواحدۃ النہ شیعہ ایک عورت کے ساتھ یکے بعد دیگر

علامہ صاحب نے خاص تیمود کا ذکر کر کے اعتراف کیا یہ حصہ قریب کر دیا
کہ غیر آتش کے ساتھ متعہ دور پر جائز نہیں مگر اس حصہ کا اعتراف کر لیا کہ متعہ
دور پر آتش کے ساتھ جائز ہے۔ مگر بلا اثر مجلس کی مراۃ القول کا جو حوالہ اور پرگز
چکا ہے اس میں تو میراث پر بحث ہوئی ہے۔ اور امام نے فرمایا کہ متعہ دور پر میں
میراث نہ ہوگی۔ تو جناب عالی آتش سے اولاد تو ہوتی ہی نہیں اس لئے میراث
کا کیا سوال؟ لہذا امام کا مجمع ضروری یہاں ہے کہ متعہ دور پر عورت کیساتھ ناقیامت
جائز ہے۔ اور ایک عورت ایک ہی رات میں خیرات مدت مردوں سے متعہ کرے
خیرات میں سے ایک نہ صرف اجازت ہے بلکہ مردوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی عورت
کے ثواب میں اسی صاحب حصہ ہوتا چلا جائیگا۔

ح - گرنہ بیند بدوز شہرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

گزارش

میں نے اس کتاب کی ابتداء میں عرض مدعا کے ضمن میں لکھا ہے۔
کہ نقبہ جعفریہ کے شریعت سے تعلق پر ہر یا شعور شہری کو غور کرنیکی
ضرورت ہے۔ ہر خاص دعا کی سہولت۔

کے لئے میں نے نقبہ جعفریہ سے پہلے لا اور پراثر میٹ لاکے اقتباسات
نقبہ جعفریہ کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ میں ایک بار پھر یہ کہا ہوا کہ
میرے پیش نظر فقط یہ مقصد ہے کہ مختلف فقہوں کا فرق نمایاں کیا جائے
تا کہ ہم ہر شہندی سے درپیش مسئلہ کو حل کرنیکی کوشش کریں۔ کبھی سے عقائد
کو مجروح کرنا یا منافرت بھیلانا ہے۔ گز مقصد یہ نہیں۔ میں نے غور و فکر نہ عورت
کے ساتھ غور و فکر کیلئے مستند حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ میں تمام تاریخی
سے حاصل کردہ نقبہ جعفریہ ناند کردہ کا ثناء گائیو اول سے اپیل کرتا ہوں کہ۔

ح - مصطفیٰ برسوں خوشیش را کہ دیں ہمہ دوست
اگر بہ اندر سیدی تمام بودا ہی است

امان اللہ ملک
محرات

جون ۱۹۶۹ء

خفاذ شریعت کے چند قارئین کے تاثرات

۱۔ موقر العالم الاسلامی کراچی

آپ کی کتاب عالم اسلام کیلئے جو اُمید روایات سے واقف نہیں ہیں۔ ایک معلومات افزین اور انتہائی مفید و کارآمد کتاب ہے۔ جزاک اللہ خیر۔

۲۔ انجمن محبان صحابہ طہیرہ اسماعیل خان

دوستوں کی کتاب پڑھ کر دیکھ گئی۔ تمام دوست آپ کی اس کاوش پر ہادیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو منظور فرمائے۔ آمین۔ اور آپ جیسے دیگر وکلاء کو سنی مذہب اور سنی عقائد پر علم اٹھانے کا سعادت بخشے۔ خدمتے۔ ابھی جنرل میجر ٹری صاحب آپ کی خدمت میں یہ درخواست کر رہے ہیں کہ آپ کی کتاب کا آخری باب "تاریخ فقہ جعفریہ چھوانے کا ادارہ ہے۔ اگر آپ عبارت و تالیف مرکزی مجلسین صحابہ لاہور۔

ایک دوست کے ذریعہ آپ کے بے نظیر تالیف "نفاذ شریعت" کی جو کچھ کر دل سے دعائیں نکلیں۔ حضرت استاد و کرم اور ان کے شاگردان رشیدین حق کی عظیم خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

حکیم فیض عالم صدیقی خطیبِ حلیہ (بہار مکتوب)

آج بھی دوست سے آپ کی تالیف "نفاذ شریعت" کا ایک نسخہ ملا۔ ایک ہی نشست

میں کتاب ختم کر ڈالی۔ چند دھری صاحب! اس قحط الرجال میں آپ نے بہت بڑا جہاد کی کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ قارئین و انصحاب میں سے اللہ تعالیٰ نے اس شرف و مجد کا سہرا آپ کے سر پر رکھا۔ وہ نفس کتاب کا مسئلہ تو ہے اس کی توفیق کے لئے الفاظ کا نہیں ملے۔

(۲) دوسرا مکتوب

نفاذ شریعت کے نقشِ اول پر مبارکباد کا مکتوب ارسال کیا تھا۔

اب "نفاذ شریعت" صرف پاکستان میں نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایک پسند (پکارت) کا مقام حاصل کر چکی ہے۔

میں یہ کہتے ہوئے ایک قسم کا فخر محسوس کرتا ہوں کہ "نفاذ شریعت" وقت کا اہم ضرورت ہی نہیں بلکہ دینی لٹریچر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ جس ترتیب سے اس تالیف کی تدوین کی گئی ہے۔ عوام کو اس سے کا حقہ مستفید ہو سکتے ہیں "نفاذ شریعت" کا تعلق دال کے نام میں بڑا اثر ضروری ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ غیر حضرات اسے لکھنے کا تعداد میں طبع کر کے ہر پڑھے لکھے آدمی کے اکتون تک پہنچائیں اور میری اس خواہش سے صاحبِ دل افراد اتفاق کریں گے کہ بڑی طور پر عربی فارسی اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کر کے تمام اسلامی ممالک میں اسے پہنچایا جائے۔

مک صاحب! یقین کیجئے میں آپ کی اس تالیف کو اس موزن پر درجہ حاضر کا اضافہ بلا کر بڑا کہنے میں بھی اسے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔

۳۔ ڈاکٹر ریاض الرحمن راولپنڈی

آپ سے تیار شدہ کتابچہ "نفاذ شریعت" کا ایک دوست کا رسالت سے فریڈ ہٹنے کا اتفاق ہوا۔ ماشاء اللہ آپ نے شیعہ فقہ سے بعض ضروری امور کو بہت خوبی سے

بہ نقاب کیا ہے۔

میرے نزدیک آپ کا مذکورہ کتابچہ ایک کاغذ نامہ سے کم نہیں ہے۔ ابتدائی غلطی اور بدلہ تحریر ایسی نشست اور دہدیز کہ ختم کیے بغیر پھوڑے کو جی نہ چاہے۔ ایک غیر شیعہ کو نماز پر فقیر جعفریہ کے ایسے مسائل سے واقفیت نہیں ہوتی۔ غیر شیعہ مسلمانوں کو فقیر جعفریہ کے اہم مسائل سے واقف کرنے کیلئے آپ کی کاوش قابل ستائش ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

۴۔ مولانا صدر الدین الرفاعی۔ راولپنڈی

آپ کی قابل قدر کتاب ”نفاذ شریعت“ پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ آپ نے بروقت مزدوری حقائق کا اظہار کر کے اسلام کے خلاف لڑھکتے ہوئے نکتے سے پاکستان کو بچانے کیلئے ایک مفید مقالہ، نثر اور اختصار کے باوجود ایک جامع رسالہ تالیف کر کے اپنا فریضہ ادا کیا ہے۔ شکر اللہ سبحانہ العزیز۔

۵۔ چودہ شہری نعل خاں صاحب جلال پور حبش

آپ کا تالیفی کتاب ”نفاذ شریعت“ اور فقیر جعفریہ کا کسار کا نظریہ گزری ملا سنا ہے آپ کی کاوش جہاد ہے۔ فقیر جعفریہ کا مدد اور اسکی بھول بھلیاں آپ نے خود بیان کیں۔ چودہ شہری صاحب! وقت کی ضرورت ہے اس ناخواندہ امت مسلمہ کو اس غلط فہمی سے آگاہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے۔ قریب گزرا ہے کہ اس کتاب کو ملک میں نام کر کے گھر گھر پہنچایا جائے۔

۸۔ محمد عبد العظیم برنی کراچی

ایک مہربان کے قریب سے آپ کی گراں قدر تالیف ”نفاذ شریعت“ کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ سبحان اللہ وقت کے اہم تقاضے پر معروضیات کے باوجود آپ نے جس کاوشی و محنت سے تاریخی حقائق کو سبہ نقاب کیا۔ وہ قابل تحسین اور لائق ستائش ہے۔

۹۔ کرنل رشید رشید سید سلطان علی شاہ کوہ باٹ

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ پڑھ کر شیعوں کے بارے میں کئی شکاوت حل ہو گئیں۔ کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ تو علم تھا کہ یہ گروہ کس اخلاق کا مجسم ہے۔ لیکن سبب صورت میں یہ مندرجہ ذیل تھی۔ آپ نے حتیٰ بات جو کہ ترقی سے پروردہ حق کا ہر کردار اور بریں کو بس حق ادا کر دیا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

۱۰۔ شاہ مصباح الدین شکیل دستگیر کالانی کراچی

میں نے اپنے بھائی شاہ بیخ الدین صاحب کے پاس آپ کا رسالہ ”نفاذ شریعت“ دیکھا۔ جس جذبہ سے آپ نے فقیر جعفریہ کی حقیقت بیان کی ہے اسے پڑھ کر بے حد خوش ہوئی۔

۱۱۔ سید احمد۔ احمد کنگر ریٹ پرڈ کٹس لٹان

آپ کا تالیف کردہ کتابچہ ”نفاذ شریعت“ ایک درست کی و مصلحت سے گزرا تھا۔ اللہ بہت ہی عمدہ اور مدلل ہے۔

۱۳۔ مفتی محمد احمد ایڈوکیٹ کراچی۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ایک درست کی رسالت سے نظر سے گزری۔ جی خوش ہو گیا۔ آپ نے جس درجہ سے انہماق حقیقت فرمایا ہے۔ وہ دور حاضر میں ایک جہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

۱۴۔ محمد دھری عبدالحق شاگر ہیں رپورٹر محمد رحیم یار خان

آپ کا تحریر کردہ کتابچہ ”نفاذ شریعت“ دیکھا۔ اس میں جو دلائل آپ نے پیش کیے ہیں۔ ان سے امت مسلمہ اور حکومت پاکستان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

۱۴۔ محمد خان کرپٹ کرٹول سیکشن برائیل کراچی۔

آپ کی تحریر کردہ کتاب ”نفاذ شریعت“ نظر سے گزری۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے اسے لکھ کر دین اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

۱۵۔ ایس۔ ایم بخاری قمبر نسیم تاج کالونی کراچی۔

آپ کی تالیف ”نفاذ شریعت“ کا بغور مطالعہ کیا۔ آپ نے بڑی جلد و جہد کی ہے۔ یہ نہ صرف تحقیقی رسالہ ہے بلکہ ایک علمی مشہورہ بھی ہے۔

۱۶۔ قاضی محمد مسیح الدین کراچی۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ لا جواب تحقیقی شاہکار ہے۔ بڑی بڑی کتب

ہر جگہ ہے انشاء اللہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کر کے آپ کے لیے ذریعہ نجات ثابت ہوگی۔

۱۷۔ اعجاز احمد بھٹی بلاک افسر حیدر آباد۔

میں نے آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ایک بار نہیں بلکہ دو تین بار پڑھی اور ہر بار نیا نیا مطالعہ کیا اور پائلہ تازہ ہوا۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر کوئی معمولی کام نہیں کیا۔

۱۸۔ حیات احمد ملک سول لائٹنر سلطان۔

آپ کی کتاب ”نفاذ شریعت“ ہمیں سے دستیاب ہوئی پڑھ کر خوش ہوئی آپ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں دقت کے نہایت نازک اور خطرناک مسئلہ پر تلم لٹھایا ہے۔ جسے پڑھ لکھنے طبقہ پسند کیا ہے۔

۱۹۔ ارشاد شاہراہ ان بلفہ شہرہ

میں نے کتاب کو تنقیدی نظر سے بار بار پڑھا۔ اور بہت مفید کارآمد اور معلومات افزا پایا۔ امید ہے اس کے ایڈیشن میں کتابت کی غلطیوں کی طرف بھی توجہ دی جائیگی۔

۲۰۔ حاجی الطاف احمد ریسرٹ لیڈمن پشاور

آپ نے یہ کتاب ترتیب دیکر استاد مکرم کی شاگردی کا حق ادا کر دیا خدا آپ کو اس عظیم کارنامے پر جزائے خیر دے۔ اور استاد مکرم کو عمر درازتر عطا فرمائے۔ آمین۔